

# ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

[www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

پروفیسر خورشید احمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ  
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)

# ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

## مسلم دنیا کے لیے لائحہ عمل

پروفیسر خورشید احمد

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد

www.KitaboSunnat.com

259، 2  
خ، 9، 1

جملہ حقوق محفوظ

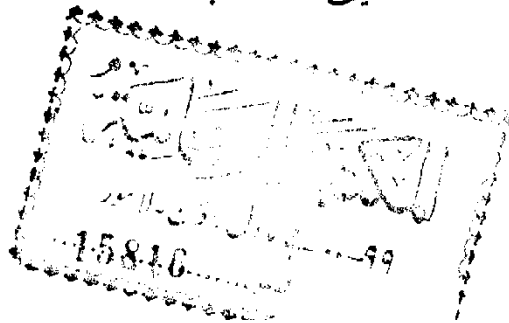
کتاب : ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل  
 مولف : پروفیسر خورشید احمد  
 ترجمہ : صاحبزادہ مسب الحق  
 طبع اول : ۱۹۹۶ء  
 آئی ایس بی این : ۹۶۹-۳۳۸-۰۳۳-۲

اہتمام : انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز  
 بلاک ۱۹، مرکز ایت سیون اسلام آباد  
 فون: ۸۱۸۲۳۰ فیکس: ۸۲۳۷۰۳

طابع : شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ، لاہور

تقسیم کنندہ : بک پرموٹرز، جناح سپر مارکیٹ  
 بلاک ۱۹، مرکز ایت سیون اسلام آباد  
 فون: ۸۲۳۰۹۳

قیمت



## ترتیب

۵	مقدمہ	•
۷	تعارف	•
۱۱	ترقی کاروگ	•
۱۵	مسلم دنیا کی بے زاری اور بیداری	•
۲۱	ترقی کا اسلامی تصور	•
۳۱	اسلامی ترقیاتی پالیسی کے اہداف	•
۳۵	اقتصادی و جغرافیائی تعاون: نئی حکمت عملی	•
۴۱	خود انحصاری کی حکمت عملی	•
۴۹	مسلم اقتصادی یونین: چند تصورات	•
۵۷	خلاصہ کلام	•
۶۱	ضمیمہ (جدول اتا ۱۱)	•



## مقدمہ

آج یہ دو سوال بنیادی اہمیت اختیار کر چکے ہیں، اور ان سوالوں کا جواب مسلم دنیا کے مفکرین کے ذمے انسانیت کا قرض ہے:

- خاص طور پر مسلم دنیا میں اور تیسری دنیا میں عام طور پر، گزشتہ چالیس سال سے ترقی کا سفر، ایک قابل ذکر خوشحالی اور فلاح و بہبود متعارف نہیں کر سکا ہے، تو کیا اس کے حصول کا کوئی دوسرا طریقہ ہے؟
- سرمایہ داری اور اشتراکیت نے انسانیت کو جس بند گلی میں لاکھڑا کیا ہے، کیا اس سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے؟

مسلمان اس امر کا دعویٰ رکھتے ہیں کہ ان کے پاس متبادل راستہ موجود ہے، اسلام محض ایک مذہب نہیں جو بندے اور خدا کے درمیان ذاتی تعلق کا ذریعہ ہو، بلکہ یہ انسانیت کے جملہ مسائل پر شمول معاشی امور میں رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اس کی یہ سرگرمی حصول منزل اور اُخروی انجام تک کا احاطہ کرتی ہے۔ اس مختصر کتاب میں اسلامی معاشیات کے خدو خال کی وضاحت کرتے ہوئے ترقیاتی حکمت عملی پر اس کے مضمرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

مجھے معاشی امور کے مسائل پر مختلف اجتماعات میں اپنا زاویہ نظر یہ پیش کرنے کا موقع ملا۔ مئی ۱۹۹۲ء میں گلگت فیصل فاؤنڈیشن نے "ترقی کا اسلامی تصور" کے موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی۔ اس سے پہلے مئی ۱۹۸۷ء میں استنبول میں بین الاقوامی اقتصادی کانفرنس میں "مسلم مشترکہ منڈی" کے موضوع پر گفتگو کا موقع ملا۔ اسلامی معاشیات پر تیسری بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ کوالالمپور (جنوری ۱۹۹۲ء) میں اپنے کلیدی خطاب کے دوران تیسری دنیا کے معاشی تجربے کے حوالے سے اپنے خیالات پیش کیے۔ ان مختلف

مواقع پر پیش کردہ مباحث کا لوازمہ مختلف مسودات کی شکل میں بکھرا ہوا تھا۔ اب کوشش کی گئی ہے کہ ان مباحث کو ایک مربوط مقالہ کی شکل دے دی جائے — میں صاحبزادہ محب الحق صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اسلامی ممالک کے حوالے سے بیشتر ضروری اعداد و شمار اور وصاحتی نوٹ مرتب کیے ہیں، جو آئندہ میں ضمیمہ کے طور پر منسلک کر دیے گئے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ موجودہ شکل میں یہ مختصر کتاب ان حضرات کے لیے کار آمد ہو گی جو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اقتصادی ترقی کے ضمن میں اسلامی نکتہ نظر کیا ہے؟ اس سے مسلمان ممالک کو انفرادی سطح پر اور مسلم امہ کو اجتماعی طور پر اپنی اقتصادی پالیسیاں مرتب کرتے ہوئے کیا رہنمائی مل سکتی ہے؟  
یہ کتاب اس سے قبل انگریزی میں یہ عنوان:

Islamic Approach to Development: Some Policy Implications

شائع ہوئی تھی۔ متعدد احباب نے اس امر پر زور دیا کہ "اس کا اردو ترجمہ لایا جائے، تاکہ اردو خواں قارئین تک بھی ان امور کا ابلاغ ہو سکے"۔ اردو ترجمہ اور ترتیب کے لیے میں برادر محب صاحبزادہ محب الحق اور برادر محب سلیم منصور خالد کی معاونت پر شکر گزار ہوں۔ توقع ہے کہ یہ کتاب امت مسلمہ کے مفاد میں سوچ بچار کرنے والے قابل قدر افراد کی فکر و عمل کو مربوط اور موثر بنانے میں موثر ذریعہ ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ان کاوشوں کو وسعت عطا فرمائے اور خیر و برکت کا ذریعہ بنائے۔

خورشید احمد

اسلام آباد، ۲ جنوری ۱۹۹۶ء



## تعارف

اقتصادی طور پر خوشحال اور سیاسی طور پر غالب مغرب ہو یا ایشیا اور افریقہ کے غربت زدہ، وہ نو آزاد ممالک جن پر چند دہائیاں پہلے تک مغربی ممالک کا نو آبادیاتی تسلط تھا، دوسری جنگ عظیم کے بعد عہد میں ہر جگہ بنگلیں بجا بجا کر جس دیوتا کی پرستش کی گئی، اس کا نام "ترقی" تجویز کیا گیا۔

جرمن سکارولفٹ گینگ ساش کہتے ہیں: "گذشتہ چالیس برس کو ترقی کا زانہ بھما جا سکتا ہے۔... روشنی کا وہ سر بفلک پینار جو ملاحوں کو ساحل کا نشان منزل دیتا ہے، "ترقی" وہ تصور تھا جس نے ابھرنے والی اقوام کا جنگ کے بعد کا، تاریخی سفر متعین کیا۔ جمہوریت ہو یا آمریت، جنوب کے ممالک نے نو آبادیاتی تسلط سے آزادی کے بعد ترقی کو اپنی اسنگوں اور آرزوں کا محور ٹھہرایا۔ چار دہائیوں کے بعد بھی دنیا کی کم و بیش تمام حکومتوں اور عوام کی نظریں اسی "بینارہ نور" پر جمی ہوئی ہیں، حالانکہ وہ اب بھی ان کی پہنچ سے اتنا ہی دور ہے جتنا پہلے دن تھا۔ ہر چند کہ ترقی کے حصول کے لیے جتنی کوشش کی جائے اور جو قربانی دی جائے، اس کا جواز یقیناً موجود ہے، لیکن لگا ہوں جس روشنی پر مرکوز ہیں وہ بتدیج اندھیرے میں گم ہوا چاہتی ہے۔... تب سے شمال اور جنوب کے تعلقات اسی پس منظر میں تشکیل پاتے رہے ہیں۔ "ترقی" نے ہی اس حوالے سے وہ بنیادی سانچہ مہیا کیا، جو دراصل قیاضی، رشوت اور استعماری غلبے کا ملقوبہ ہے۔ یہی ہدف ترقی یافتہ شمال کی، غیر ترقی یافتہ جنوب کے لیے مرتب کردہ پالیسیوں کی پہچان ہے۔ آدھی صدی ہونے کو آ رہی ہے اور روئے زمین پر اچھی ہمسائیگی کو اسی ترقی کی روشنی میں دیکھنے سمجھنے کی کوشش ہو رہی ہے۔"

لیکن یہ منظر اب تبدیل ہو رہا ہے۔ وولف گینگ ساش ہی کے بقول: "آج اس

روشنی کے بیچار میں درازیں پڑ گئی ہیں اور یہ دھڑام سے گرنے والا ہے۔ دانشوروں کے نزدیک یہ نام نہاد ترقی ایک ویرانہ ہے۔ اور حقیقت میں اس دور کا اہتمام قریب ہے اور اس کا مرثیہ لکھنے کا وقت آ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ایسے مرثیے منظر عام پر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ پہلا عالمگیر انقلاب، انجمن روم کی کونسل کی رپورٹ ایک بین الاقوامی حلقہ دانش کی طرف سے اسی طرح کا ایک مرثیہ ہے۔ اسی تسلسل میں اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کی رپورٹ ایک اور نوحہ ہے۔ اگرچہ اس کا تحریری آہنگ ذرا مختلف ہے۔ انجمن روم کے دانش ور آہ و زاری سے ابتدا کرتے ہیں: "نئی صدی کی دہلیز پر انسانیت غیر یقینی اور مایوسی کی کیفیت سے دوچار ہے۔ بلکہ گزشتہ ہزار سالہ عہد عظیم الشان تبدیلیوں کے ساتھ بے یقینی اور تذبذب کی ایک عبرتناک تصویر پیش کر رہا ہے۔"

رپورٹ میں افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ "اس دوران ترقیاتی اقدامات کے نتائج غیر متوازن اور بیشتر مایوس کن رہے۔" رپورٹ میں تنبیہ کی گئی ہے: "عالمی غربت کے گھمبیر مسائل، جن میں آبادی میں اضافہ سرفہرست ہے۔ ایسے انتشار اور ناہمواری کو جنم دے سکتے ہیں، جس کے عالم گیر برے نتائج سے صنعتی ممالک بھی اپنے آپ کو بچا نہیں سکیں گے۔" رپورٹ یہ رائے دیتی ہے کہ "یہ بات خوشحال ممالک کے اپنے مفاد میں ہے کہ ترقی کے مسائل کا سامنا کرنے کے لیے ایک نیا، اور انقلابی طرز عمل اختیار کیا جائے"۔<sup>۵</sup>

اقوام متحدہ کی "ہیومن ڈیولپمنٹ رپورٹ ۱۹۹۲ء" یہ حیران کن حقیقت بھی سامنے لارہی ہے کہ تین دہائیوں کی نام نہاد عالمی ترقیاتی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو گئے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کی پانچ ارب آبادی میں سے امیر ترین

1. Wolfgang Sachs, ed "The Development Dictionary: A Guide to Knowledge as Power" London: Zed Books Ltd, 1992, p. 1
2. Alexander King and Bertrand Schneider, "The First Global Revolution" A Report by the Council of the Club of Rome, London: Simon and Schuster, 1992,
3. United Nations "Human Development Rport 1992", New York.
4. Alexander King and Bertrand Schneider, *opcit*, p. xv,
5. Ibid, pp. 16 and 19.

ایک ارب لوگ، غریب ترین ایک ارب لوگوں سے ۳۰ گنا زیادہ مال دار تھے۔ مختلف ملکوں کے درمیان یہ فرق آخری اندازوں کے مطابق امیر ترین ۲۰ فیصد لوگ غریب ترین ۲۰ فیصد سے تقریباً ۱۵۰ گنا زیادہ مال دار ہیں۔ روزنامہ "گارجین" لندن کے ادارے میں یہ تبصرہ ہے کہ "ترقی پذیر ممالک، مارکیٹ میں غیر مساوی شریک کار بن کر داخل ہوتے ہیں اور ناساوی حصہ لے کر پلٹتے ہیں"۔<sup>۶</sup>

گارجین اپنے ادارے میں یہ کہتے ہوئے بچکاتا ہے کہ بین الاقوامی ماہرین اقتصادیات اور سرمایہ داروں کے ہاتھوں، تیسری دنیا اپنے ناکردہ گناہ کی پاداش میں جو تاوان ادا کر رہی ہے، یہ ترقی پذیر ممالک کے ساتھ کھلی فریب کاری ہے۔ البتہ روزنامہ گارجین یہ ضرور مانتا ہے کہ "اس طرز عمل کے نتائج وہی ہیں جو خود فریبی کے ہو سکتے ہیں"۔ ادارے میں اس المناک نتیجے کی طرف بھی اشارہ ہے کہ "دنیا کی آبادی کے ایک قابل لحاظ حصے کے لیے ترقی کی جن تین دہائیوں کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا گیا تھا، حقیقت میں وہ تنزل کی دہائیاں ثابت ہوئی ہیں"۔<sup>۷</sup>

ہم عالمی سطح پر بات کر رہے تھے۔ خود امیر اور ترقی یافتہ ممالک کی اندرونی کیفیت بھی چنداں مختلف نہیں۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے متعلق "کانگریس ٹیبلٹ" نے جو اعداد و شمار جاری کیے تھے، اس کے مطابق آبادی کے ایک فیصد اہم ترین حصہ نے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء کے درمیان اوسط گھریلو آمدنی میں اضافے کا قریباً ۷۰ فیصد حاصل کیا۔ اس عرصہ کے دوران ۲۰ فیصد امیر ترین لوگوں کی آمدنی میں اضافے کا رجحان زیادہ چکرا دینے والا ہے۔ اس حصہ نے اوسط آمدنی میں ۱۰۰ فیصد سے بھی زیادہ ہتھیایا۔ نتیجتاً ۳۰ فیصد غریب لوگ، امیروں کے حق میں ۱۵ برس پہلے پانے والی آمدنی کے ایک بڑے حصے سے محروم کر دیئے گئے۔<sup>۸</sup>

عالمی سطح پر وہ تناظر ہے جس میں ہم "ترقی" کے روگ کا جائزہ لے رہے ہیں اور ساتھ

6. *The Independent* London, April 24, 1992; *The Guardian*, London, April 24, 1992; *The Economist*, London, April 25, 1992

7. *The Guardian*, daily, London, April 25, 1992.

8. *The New York Times*, editorial reproduced in *International Herald Tribune*, April 23, 1992.

ہی لائحہ عمل بھی تجویز کر رہے ہیں کہ ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل کیونکر ممکن ہے۔

## "ترقی" کاروگ

انسانی نفسیات کی سب سے بڑی کمزوری عجلت پسندی ہے۔ اسی لیے وہ اپنے نصب العین، مقاصد، مفادات اور اہداف کے حصول کے لیے ہمیشہ مختصر راستوں کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کو جب سیاسی آزادی ملی تو اپنی اقتصادی اور سماجی آرزوں کی تکمیل کے لیے ان کی تڑپ بجا طور پر بڑھ گئی۔ مغرب سے موازنہ کرتے ہوئے ان ممالک کو اپنی اتناہ غربت اور اسیر و غریب کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کا احساس بہت زیادہ ستانے لگا۔ نوآبادیاتی تسلط کے دوران تیسری دنیا نے مغربی ترقی کی فتح مندیوں کی کئی داستانیں سنی تھیں۔ آزادی کی نعمت ملی تو ترقی کی نیلیم پری کی خاطر انہیں مغرب کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب دی گئی۔ ان کے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اقتصادی ترقی میں دکھایا گیا۔

ترقی کی جستجو میں صنعت کاری، "خوشحالی کا موثر ترین ذریعہ" نظر آئی۔ جس کے لیے تشکیل زر (capital formation) کو کلید بتایا گیا۔ بچت اور ادائیگی میں فرق کو ختم کرنے کا علاج، مغربی میکینالوجی کی درآمد اور بیرونی امداد (foreign aid) کے سہارے کو سمجھا گیا۔ ترقی کرنے کے خواب کو ہر منہ تعبیر کرنے کے لیے، درآمدات کے متبادل تلاش کرنے اور کسی حد تک برآمدات میں اضافہ کرنے کی پالیسیاں تشکیل دی گئیں۔ اقتصادی ترقی کا مغربی ماڈل، وہ "نیا دیوتا" تھا جس کی قربان گاہ پر باقی سب کچھ ٹٹایا گیا: اخلاقی اقدار، ثقافتی ورثے، سماجی طور طریقے، قومی رسوم، دین، غرض سبھی کچھ اس کے بھونٹ چڑھا دیے گئے۔ فرض کر لیا گیا کہ "قومی آمدنی (GNP) میں اضافہ ہو تو سب ہی خوشحالی اور ترقی کا نیا دور شروع ہو گا۔ مغرب کے ترقی یافتہ ممالک کے نقش قدم پر چل کر ہی انسانیت،

خوشحالی کے نئے دور میں داخل ہو سکے گی۔“

صورت حال کی یہ مختصر تصویر اگرچہ بہت مختصراً ہے، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ترقیاتی حکمت عملی کے جو معزنی ماڈل تھے، انھیں جن خوش رنگ نعروں میں پیش کیا گیا تھا، ان میں سادگی اور روارومی کا بھی چرچا تھا۔ خوب صورت اصطلاحات کی بھرمار نے انھیں زرق برق پیرہن میں ڈھانپ رکھا تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے باطن سے مغربی طرز حیات کی برتری کا منکبہ اظہار لازماً ہوتا رہتا تھا۔ مغربی ماڈل کو قبول کرنے کے لیے اس مختصر مراعات یافتہ طبقے کی طرف سے بڑے اشتیاق اور جوش و جذبے کا اظہار ہوا، جس کی تعلیم و تربیت مغرب میں ہوئی، جو نوآبادیاتی پالنے میں پروان چڑھا اور جسے واپس جاتے ہوئے سفید آکاؤں نے مقامی اقتدار سونپا تھا۔ لیکن قوت و اقتدار سے سرشار اس دیسی طبقے اور مغرب کا باہمی بندھن، آج سخت دباؤ سے دوچار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس ترقیاتی حکمت عملی کو کامیاب کرنے کے لیے ان دو گروہوں نے شعبہ بازی سے ”ترقی و خوشحالی“ کا کھرنگ رکھا تھا، وہ مطلوبہ نتائج دکھانے میں ناکام رہا ہے۔ قریب قریب ہر ترقی پذیر ملک میں ایسی قابل لحاظ مقامی قوتیں موجود ہیں، جو مغربی ماڈل سے چنداں متاثر نہیں اور مسلسل ایسی راہوں کی تلاش میں سرگرم عمل ہیں، جو ترقی کے ساتھ ساتھ ان کے ثقافتی تشخص کی بھی صائن اور محافظ ہوں۔ مراعات یافتہ مغرب زدہ اقلیت کو ہر جگہ ان مقامی قوتوں کے چیلنج کا سامنا ہے۔

ترقی کے جس بے ربط ڈرامے سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لی گئی تھیں، گزشتہ تیس برس کا ریکارڈ اس کے المناک انجام کی خبر دیتا ہے۔ ان اقوام کی قسمت پر غربت، اقتصادی زبوں حالی اور جمود کی کیفیت بدستور طاری ہے۔ صنعتی انقلاب کی دو صدیاں گزرنے کے بعد اور تین عشروں کے ترقیاتی طمران اور دھوم دھام کے باوجود یہ افسوس ناک نتیجہ سامنے آیا ہے کہ عالم انسانی کی غالب اکثریت غریب بھی ہے اور مناسب خوراک سے محروم بھی، امراض کا شکار بھی ہے اور بیشتر غیر تعلیم یافتہ بھی۔ حتیٰ کہ اسے سرچھپانے کی کم سے کم سہولت تک میسر نہیں ہے۔ دیکھئے، معذرت خواہانہ لہجہ میں عالمی بینک اعتراف کر رہا ہے کہ: نشان غربت و افلاس (poverty line) سے اوپر آمدنی کے حصول میں ناکامی ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کم ترقی یافتہ ممالک کی اندازاً ۴۰ فیصد آبادی

غربت کی آخری ظلمتوں (absolute poverty) میں بھٹک رہی ہے۔ بلاشبہ اس ترقیاتی عمل کے نتیجے میں خوشحالی کے چند "جزیرے" ضرور ابھرے ہیں، لیکن معاشرے کی عمومی حالت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا، اور نہ زندگی کے مختلف شعبوں کو کوئی مثبت سہارا ملا ہے۔ سرمایہ پر ضرورت سے زیادہ اصرار نے قیمتوں کے ڈھانچے، شرح مبادلہ، ٹیکسوں کے نظام، اجرتوں کے پیمانے اور میکینالوجی کی شکلوں کو مسلسل توڑ پھوڑ اور بگاڑ سے دوچار کر رکھا ہے۔ تقسیم زر کے بیسی برانصاف پہلو عام طور پر نظر انداز ہے۔ چنانچہ اقتصادی اور سماجی ناہمواریاں بڑھ گئی ہیں۔ روزگار کی فراہمی کے ضمن میں اثرات مطلوبہ معیار سے بہت ہی کم رہے۔ آبادی میں جو قدرتی اضافہ ہوتا ہے اس کے نتیجے میں منت کھولنے کی تعداد تو بڑھی ہے، لیکن اسے معیشت میں کھپانے اور روزگار دلانے کا مناسب اہتمام نہیں ہو سکا۔ درآمدات کے متبادل پیدا کرنے پر اصرار کے باوجود درآمدات ہی پر تکیہ بڑھتا جا رہا ہے۔ توازن ادائیگی عموماً ترقی پذیر ممالک کے لیے منفی رہی ہے، جس کی وجہ سے تجارتی خسارے کی دراڑ وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ بین الاقوامی قرضے انہار کی شکل اختیار کر کے ۱۹۹۰ء میں ۱.۳ ٹریلین یعنی ۱۳۰۰ بلین ڈالر تک جا پہنچے۔ ترقی یافتہ ممالک سے تیسری دنیا کی طرف سرمائے اور وسائل کا بہاؤ نہ صرف خطرناک حد تک کم ہوا ہے بلکہ بعض صورتوں میں الٹا چل پڑا ہے، یعنی لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔ توانائی کے بحران نے وسائل کی مشکلات میں مزید بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ غرض یہ کہ چشم ہوش سے دیکھا جائے تو عمومی تصویر ایک عبرتناک ویرانے اور لہج و دق صحرا کا منظر پیش کر رہی ہے۔

یہاں چند الفاظ میں وہ بین الاقوامی پس منظر واضح کرنا بھی ضروری ہے جس میں تیسری دنیا کی ترقیاتی کوششوں کا اہتمام ہوا۔ نوآبادیاتی دور میں، بین الاقوامی اقتصادی تعلقات کے لیے مغرب پر انحصار کا جو انداز اختیار کیا گیا تھا، اس کی قوت اور گرفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ غریب اور امیر اقوام میں فرق بڑھ رہا ہے۔ بین الاقوامی اشیائے تجارت کی قیمتوں میں جو بے ہنگم اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، اس کا بیشتر نقصان ترقی پذیر ممالک کو پہنچتا ہے۔ ان ممالک میں جو مالیاتی اور تجارتی پالیسیاں تشکیل پاتی ہیں وہ افراط زر کی حالت کو بگاڑتی رہتی ہیں۔

چوبیس ترقی یافتہ ممالک میں سے بیس ایسے ہیں، جنہوں نے ترقی پذیر ممالک سے درآمدات کے خلاف حفاظتی حصار قائم کیے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ترقی پذیر ممالک کو توازنِ ادائیگی کے سخت ترین مسائل کا سامنا ہے اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے معاملے کو سلجھانے سے قاصر ہیں۔ Human Development Report, 1992 میں تسلیم کیا گیا ہے کہ: عالمی بینک (WB) اور عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) کو دنیا کے غریب ممالک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے فعال بنانا مطلوب ہے تو ان کے ڈھانچے میں بنیادی تبدیلی کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن مقامِ افسوس یہ ہے کہ بحرانوں کو قابو کرنے کا نہیں سوچا جاتا، بلکہ انہیں ٹالا جاتا ہے۔ تیسری دنیا کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ "بین الاقوامی اقتصادی نظام" میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں۔ شمال اور جنوب کے درمیان مذاکرات اور مباحث اگرچہ بہت دھواں دھار رہے ہیں، لیکن نتیجے کے اعتبار سے روشنی سے عاری ہیں۔ درحقیقت اس خوفناک سرنگ کا دو سرا سرا بھی بڑا تاریک ہے!۔

---

1. Khurshid Ahmad, " *Muslim Response* ", in *World Faiths the New World Order*, J. Gramillion, et al Washington, Inter-Faith Plan Colloquium, 1978. See also Amin, Samir, *Self-Reliance and New International Economic Order*, Monthly Review July/ August 1977, pp. 1-21; Cohen, Benjamin J., *The Question of Imperialism: The Political Economy of Dominance and Dependence*, New York: Basic Books, 1973; Bedjaoui, Mohammad, *Towards A New International Order*, New York: Hobus & Merer, 1979; ICE, *The Muslim World and the Future Economic Order*, London: Islamic Council of Europe, 1979.



## مسلم دنیا کی بے زاری اور بیداری

اس سے پہلے جو حقائق پیش کیے گئے ہیں، ان کی بنا پر مذکورہ تمام تر نام نہاد ترقیاتی اقدامات سے مسلمان یکسر غیر مطمئن ہیں۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں سے عاری، ترقی کے فلسفے نے انہیں مزید پریشان کر رکھا ہے۔ اس بے زاری کی گہری جڑیں مغربی ثقافت اور اس کی لادین آزاد رومی میں پیوست ہیں۔ اس جعلی ترقی نے مسلمان معاشروں میں انتشار و افتراق کی کیفیت پیدا کر کے قویستی، علاقائی اور طبقاتی جھگڑوں کو ابھار دیا ہے۔ مکمل طور پر مادہ پرستانہ طرز عمل، اسلامی طریقہ زندگی اور تہذیبی روایات کی قطعی ضد ہے۔ اسلام، معاشرے کی تشکیل اور اس کی اقتصادی و سماجی زندگی کی تنظیم کرتے ہوئے عدل و انصاف کی قدروں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ اخلاقی اور مادی حکمت عملی کے ایک حسین استمزاج کے ساتھ زندگی اور اس کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ زندگی کو مذہبی اور دنیاوی طبقوں میں بانٹنے کا ہر خیال اسلام میں ناقابل قبول ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ کھلے لفظوں میں اظہار نہ کرنے کے باوجود مغربی طرز عمل ہر دوسری ثقافت اور سماجی نظام کی توہین پر قائم ہے۔ قدم قدم پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مغربی اقدار اور ثقافتی طور طریقے دیگر قوموں اور لوگوں پر زبردستی توپ کر ان کی اپنی ثقافت کا تیا پانچہ کیا جائے۔ ایسا کرتے ہوئے یہ دلیل دی جاتی رہی ہے کہ "جدیدیت کا لازمہ ہے کہ مغربی فکر کی پیروی کی جائے"۔<sup>۱</sup> یہ سب کچھ ایک منظم اور مربوط شکل میں "نظریہ انقلاب"

۱- سید قلب شہید "اسلام میں عدل اجتماعی" [ترجمہ: ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی] اور سید ابوالاعلیٰ مودودی "معاشریات اسلام" [ترجمہ: خورشید احمد] اسٹاک ہولم کونسلز لاہور۔

۲- سید ابوالاعلیٰ مودودی "تنقیحات اور پروفیسر عبدالمہد صدیقی کی کتب" انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام "لاہور، Main Springs of Western Civilization، غیرہ۔

کے نام پر پیش کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ مادی مقاصد کے حصول میں، مساویوں، محرک، مرغوب اور من پسند نتائج دینے والی قدریں اور ادارے ہی سماجی نظام چلانے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس عمل مکوس کے سبب دیرپا انسانی ردیوں اور رسم و رواج کی جگہ مادی مسابقت نے لے لی ہے۔ اقتصادی ترقی کے نام نہاد عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے لوگوں کے عملی جذبے، قابل قدر معاشرتی ادارے، باہمی تعلقات کی نوعیت اور اجرو عطا یا سزا اور جمانے کے طور طریقے بدلنا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ "روسٹوی نظریہ" ترقی کی مخالفت کرنے والے بھی، اس کے تجزیے، نوعیت اور سماجی تبدیلیوں کی جہت کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے نزدیک ترقی کا یہ عمل درحقیقت ثقافتی سامراج کی یلغار ہے۔ ان کے چند بڑے اعتراضات مختصر ادرج ذیل ہیں:

الف۔ مغرب کی طلسماتی تحریک کے تحت، مادی خوشحالی کے ادھورے خوابوں نے مسلمان معاشرے میں فکری اور عملی سطح پر زلزلے کی کیفیت پیدا کر دی۔ اس فکر نے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں نقال ذہنیت کو پروان چڑھایا، جو اختراعی جذبے، تخلیقی صلاحیت اور تازہ روی کی باونسیم کے لیے زہر قاتل ہے۔ اس سے نہ صرف اخلاقی بگاڑ عام ہوا ہے، بلکہ یہ مسلم دنیا پر مغربی استعمار کے اقتدار کو تقویت پہنچانے کا باعث بنا ہے۔ اس سے مغرب اور مغرب زدہ طبقات کا غیر اخلاقی گٹھ جوڑ مضبوط ہو رہا ہے۔ مغرب کی ثقافتی غلامی میں جکڑے تیسری دنیا کے ان ممالک کی مسلح ترقی، مغربی مال کی کھپت پر منحصر ہے۔

ب۔ ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت مغربی ترقیاتی حکمت عملی کے رواج نے مسلمان معاشرے کو گئی راویوں سے نکلنے میں بانٹ کر رکھ دیا ہے۔ اس تقسیم میں جدید کے مقابل روایتی، آزاد خیالوں کے مقابل قدامت پسند (فی الحقیقت محتاط)، شہری کے مقابل دیہی، امیر کے مقابل غریب، وغیرہ کی منافرت اب عام ہے۔ اس طرز عمل سے

3. W. W Rostow "The Stages of Economic Growth"; Rostow [ed] "The Economics of Take-off into Sustained Growth" London, Macmillian, 1965; C.E Black "The Dynamics of Modernisation" New York, 1966.

سامراجی روایات کی بقا کا نہ صرف اہتمام ہوا ہے، بلکہ ایسی مصرفانہ عادات کی حوصلہ افزائی بھی ہوئی جس نے جدید طبقے کو باقی معاشرے سے کاٹ کر انہیں مغربی دوستوں کا ہم رنگ بنا دیا ہے۔ یہ مراعات یافتہ اقلیت امیر تر ہوتی چلی رہی ہے اور عام آبادی غربت کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اس عمل سے اقتصادی اور سماجی تضاد نے جنم لیا ہے اور معاشرے میں نئے تضاد اور تناؤ کے نئے نئے محاذ پیدا ہو گئے ہیں۔ زندگی کے طور طریقے اس انداز سے بدل رہے ہیں کہ ایک چھوٹا سا مراعات یافتہ اور شاہ خرچ طبقہ، اپنی ہم وطن آبادی کی عظیم اکثریت پر مسلط ہو گیا ہے۔ اس طبقے کی قدریں اور روایات عوام الناس سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ قومی خود کشی کی اس دوڑ میں آگے بڑھ جانے والے لوگ اپنے ہم وطن بھائیوں کے دلوں سے دور اور ان کے لیے اجنبی بن گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد جدیدیت کا ہر نشان اکثریتی آبادی کی نفرت کا ہدف بن کر رہ گیا ہے۔

ج۔ ترقی کا یہ پورا تجربہ حد درجہ مہنگا اور اسراف پر مبنی ہے۔ درآمدات کا متبادل پیدا کرنے کی نیم دلائے کوششیں معیشت کی تکنیکی صلاحیت بڑھانے میں ناکام رہی ہیں۔ جب کہ اس بے سود طرز عمل نے لوگوں کو ایسی غیر ضروری آسائشوں اور طرز زندگی کا عادی بنا دیا ہے، جن کا یہ معاشرہ محتمل نہیں ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیے۔ ان ملکوں میں ایک شاہ خرچ معاشرہ پیدا کیا جا رہا ہے، جہاں بذات خود ایشیائے صرف بہت قلیل ہیں۔ ایشیا کی پیداوار اور خرچ کے انداز قطعی طور پر بے ہنگم ہو گئے ہیں۔ ان سے صرف مراعات یافتہ اقلیت کی من موچی خواہشوں کا اظہار بے لگام اسٹنگوں کی تکمیل کی صورت میں ہو رہا ہے۔ معاشرے کی غالب اکثریت کے لیے یہ سب کچھ کار بے خیر ہے۔

د۔ بد قسمتی سے معاشرے کے عمومی مزاج میں ایسی بنیادی تبدیلی آرہی ہے جو لوگوں کو لذت پسند انفرادیت کی طرف لے جا رہی ہے۔ قومی معاشی بنیاد کو مضبوط اور توانا بنانے کی بجائے ذاتی معیار زندگی کو بلند کرنے کی تحریک مضبوط ہوتی جا رہی ہے۔ ہر طرف نخل اور خیانت کے زہریلے کانٹوں کی فصل اگ رہی ہے۔

۵۔ مغربی حکمت عملی کی تہ میں یہ تصور پنہاں ہے کہ اقتصادی ترقی کا عمل، سیاسی نظام، سماجی اداروں اور لوگوں کی اخلاقی تربیت میں، مثبت اقدامات کے بغیر بھی جاری و ساری رہ سکتا ہے۔ مفروضہ یہ ہے کہ اقتصادی حالات میں تبدیلی آگئی تو پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف دائروں میں موجود نازک توازن خود بخود اس کے مطابق ڈھل جائے گا۔ حالانکہ اب تک کے نتائج یہ ہیں کہ معاشرہ تقسیم ہوا، انتشار بڑھا اور ابہام، رقابتیں اور بربادیاں عام ہوئیں۔

ان عوامل کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ معاشرتی اجتماعیت اور سالمیت کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا، جو اسلام کے انداز فکر و عمل سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی تصور معاشرت میں زندگی کے ہر پہلو اور شعبے میں ترقی کے اہداف سے ایسا حسین تعلق قائم کیا جاتا ہے جو انفرادی سطح، پر ایک کامل شخصیت تشکیل دیتا ہے، اور معاشرتی سطح پر عدل و توازن کی ضمانت مینا کرتا ہے۔

اقتصادی ترقی کے خالص مادہ پرستانہ تصور کو اسلام مسترد کرتا ہے، کیونکہ اسلام عام محدود معنوں میں مذہب نہیں، بلکہ اس کا اپنا مخصوص اقتصادی اور سماجی پروگرام ہے۔ اس پروگرام کا محور، دنیا کے متعلق اس کا مخصوص زاویہ نظر، خاص اخلاقی قدریں اور منفرد اصول ہیں۔ تاریخی شہادت یہی ہے کہ مغربی افکار و نظریات اور قدروں کو جب بھی زبردستی مسلمانوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی گئی تو نتائج ہمیشہ منفی نکلتے۔ جدیدیت نے مسلم معاشرے کے ایک بہت محدود طبقے کو متاثر کیا ہے۔ امت مسلمہ کی عظیم اکثریت میں اسے راستہ بنانے اور جڑیں پھیلانے میں ناکامی ہوئی۔ ایسی تمام کوششیں قطعی طور پر سطحی اور بے ثمر رہی ہیں، کیونکہ ان کا مطلق نظر مصنوعی تبدیلی تھا، اور مصنوعی تبدیلی کا نتیجہ ناکامی کی صورت میں نکلتا ہے، اس لیے ایسی کوششوں کا نتیجہ بھی منفی رہا۔ کئی مغربی ترقیاتی ماڈل اور ادارے ان معاشروں کا جزو لاینفک نہ بن سکے جنہیں ان کے لیے ماڈل قرار دے کر تھوپا جا رہا تھا۔

مزید برآں، مغرب نے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے جن حالات کے تحت مادی ترقی کی، آج کے مسلمان معاشروں کے حالات ان سے مختلف ہیں۔ یہ محض ایک بے کار اور

غیر حقیقی تصور ہے کہ ایک خاص تاریخی عہد میں جو کچھ مغرب میں ہوا، وہی دوسری جگہ بھی دہرایا جاسکتا ہے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ خود آج کے مغرب میں بھی جدید مغربی نظریات و افکار کے خلاف رد عمل پایا جاتا ہے۔ بالخصوص وہاں کا نوجوان طبقہ زیادہ سے زیادہ ایسی چیزوں اور ایسے کلچر کی طرف راغب ہو رہا ہے، جنہیں "ثقافت دشمن" خیال کیا جاتا ہے۔ منظر کافی تبدیل ہو رہا ہے اور آج کا مسلمان، بالخصوص مسلم نوجوان ایسی چیزوں اور قدروں کو برداشت نہیں کر پارہا جو مغربی غلبے کی علامت ہیں۔ مسلمان ذہن معاشی اور سماجی ترقی کی ایک نئی حکمت عملی کی تلاش اور جستجو میں ہے۔

اسی پس منظر میں پال سٹریٹن نے لکھا ہے: "شاید سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ان مسلمان ملکوں میں مغربی اداروں اور معیارات کی منتقلی کا نتیجہ مایوس کن رہا ہے، اور فی الحقیقت بعض معاملات میں اس نے ترقی کے لیے رکاوٹیں کھڑی کی ہیں، یا پھر انہیں اور زیادہ مشکل بنا دیا ہے..... مغرب دشمنی کی لہر کو نظر انداز کرنے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ مختلف تاریخی اور مقامی حالات میں جو ماڈل تیار ہوئے، انہیں جوں کا توں دوسری ثقافتوں پر لاگو کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر ضد میں آکر اس پر بے جا اصرار کیا گیا تو [مغرب کو] اس کی بڑی قیمت چکانی ہوگی..... ابتدائی اور موجودہ حالات کے فرق کا تقاضا ہے کہ اقدامات بھی مختلف تجویز کیے جائیں۔ اور پیش نظر رکھا جائے کہ نئی نئی ترقیاتی معیشتوں کی تاریخ سے بھی کچھ سیکھا جاسکتا ہے"۔<sup>4</sup>

4. Paul Streeton "Alternatives in Development" [Journal: World Development, Vol 2, No. 2, February 1974, P. 6]



## ترقی کا اسلامی تصور

اسلام اقتصادی خوشحالی کو پوری سنجیدگی سے لیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ انسانی زندگی کی مجموعی تصویر کا ایک اہم جزو ہے، جو انسانی زندگی کی بہتری اور ترقی سے مربوط ہے۔ اسلام کے نزدیک انسانی زندگی کا سب سے بنیادی مقصد فرد کی اخلاقی اٹھان ہے۔ اسلام، معاشرتی ماحول کی تشکیل و تنظیم اس انداز سے کرتا ہے کہ انسانی ترقی صحیح خطوط پر اور صحیح سمت میں گامزن ہو۔ اسلام میں معیشت کے کسی شعبے کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا، لیکن اس مسئلے کا حل زندگی کے پورے تناظر میں ڈھونڈا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں انسان کی معاشی ترقی کے لیے بھی اصل محور، اخلاق اور ترقی میں باہم ربط و توازن ہے۔ اس طرح معاشی ترقی، انفرادی اور معاشرتی ترقی کا ناقابل تقسیم جز بن جاتی ہے۔

ترقی کے اسلامی تصور کی چار فکری بنیادیں درج ذیل ہیں:

### توحید باری تعالیٰ

توحید اللہ تعالیٰ کی یکتائی، اور اس کی حاکمیت اعلیٰ کا مظہر ہے۔ توحید اللہ اور انسان اور انسان اور انسان کے باہمی تعلق اور روابط کو متعین کرتی ہے۔

### ربوبیت

ربوبیت اللہ تعالیٰ کی اس شان تخلیق کی مظہر ہے، جس میں رب ذوالجلال نے انسان اور دوسری جاندار مخلوق کی پرورش اور کمال کی طرف لے جانے کا صابطہ متعین کر رکھا ہے۔ ربوبیت کائنات کا بنیادی قانون ہے جس سے الٰہی ماڈل کو سمجھا جاسکتا ہے کہ وسائل کی مفید ترقی اور انہیں آپس میں معاون اور حصہ دار کیسے بنایا جاتا ہے؟ انسانی کاوشیں دراصل اسی

خدائی تنظیم کے دائرے میں سرگرم عمل رہتی ہیں۔

## خلافت

خلافت، زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت، انسان کے مقام و مرتبے اور کردار کا تعین کرتی ہے۔ انسان کے فرائض کی تشریح کرتی ہے۔ مسلمان اور مسلم امہ کو اس خلافت کا مرکزی کردار بھی سونپتی ہے۔ اسی سے اسلام کے امانت، اخلاق، سیاست، معیشت اور معاشرتی تنظیم کے منفرد تصورات کی وضاحت ہوتی ہے۔

## تزکیہ

تمام انبیاء علیہم السلام کا اصل مشن یہی تھا کہ سارے انسانی تعلقات اور معاملات کا تزکیہ (Purification) کیا جائے، خواہ ان کا تعلق اللہ سے ہو یا ایک انسان کا دوسرے انسان سے ہو، قدرتی ماحول سے ہو، معاشرے سے ہو یا حکومت سے ہو۔ ترقی کے اسلامی تصور کی جڑیں تزکیہ سے پھوٹتی ہیں۔ کیونکہ اسلام میں انسانی ترقی کی ہر جہت پیش نظر ہوتی ہے، یعنی ایسی ترقی جس میں مسلسل نمو اور افزائش ہو، کمال کی طرف لے جائے، طرز عمل اور تعلقات میں ستھرا پن پیدا کر دے۔ اس تزکیہ کا منطقی نتیجہ دنیا اور آخرت کی خوشحالی اور کامیابی ہے۔



بہتر ہو گا کہ اس مرحلہ پر قرآن پاک کی وہ چند آیات اور ان کا رواں ترجمہ درج کر دیا جائے جو اسلام کے تصور ترقی پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہیں:

• يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات ۱۳:۲۹)

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں



سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جانتے والا اور باخبر ہے۔

• وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونًا  
وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِزَاقِينَ ۝ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ  
الَّذِي عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنزِّلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ ۝ وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ  
لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ  
(الحجر: ۱۵ - ۲۲)

ہم نے زمین کو پھیلا دیا، اس میں پہاڑ بنائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک  
نبی تلی مقدار کے ساتھ آگائی، اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمہارے لیے  
بھی اور ان بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ کوئی چیز ایسی  
نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں  
ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ بار آور ہواؤں کو ہم بھیجتے ہیں، پھر آسمان سے  
پانی برساتے ہیں، اور اس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اس دولت کے  
خزانے دار تم نہیں ہو۔

• يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى  
ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا  
قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا  
اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (الجمعة: ۹۲ - ۱۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر  
کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔  
پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو  
کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو جائے۔

• مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً  
وَلَنُجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل: ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہر وہ مومن، اسے

ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کی مطابق بخشیں گے۔

فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَصِلْهُ وَلَا يَشْقَىٰ ۝ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَىٰ (طہ: ۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴)

اگر میری طرف سے تمہیں کوئی ہدایت پہنچے تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ بھگے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہو گا۔ اور جو میرے "ذکر" (درس نصیحت) سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا ٹھمائیں گے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشًا قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ (الاعراف: ۱۰۷)

ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامان زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَلًا طَيِّبًا وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ آيَاءً تَعْبُدُونَ (النحل: ۱۱۶، ۱۱۷)

پس اسے لوگو، اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر تم واقعی اسی کی بندگی کرنے والے ہو

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۵، ۱۰۰)

(اے پیغمبر ﷺ) ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہر حال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمہیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو۔ پس اے لوگو جو عقل رکھتے ہو، اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ رَزَقَهَا (الشمس: ۹۱، ۹۲)

یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔

- قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَكَهُ (الاعلىٰ ۸۷: ۱۴)
- يَقِينًا فَلَاحٌ يَا كَيْزُكَ اِخْتِيَارُكَ -
- وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوْا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا قَرِيْبًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۱۸۸: ۲)
- اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔
- وَأَتَّبِعْ فِيمَا أَنْكَرَ اللهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَتَّبِعْ نَفْسِكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنِ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (القصص ۲۸: ۷۷)
- جو مال اللہ نے مجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کرو اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کرو۔ احسان کرو جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے، اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کرو، اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔
- وَالَّذِينَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّغْلُوْمٌ لِّلنَّاسِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج ۷: ۲۳- ۲۵)
- جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے
- وَيَوْمَ ثُرُوْنَ عَلَيَّ أَنْفُسُهُمْ وَلَوْ كَانَتْ بِهِمْ حَصَاةٌ (الحشر ۵۹: ۹)
- ... اور (وہ) اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔



- آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض احادیث، اسلامی تصور ترقی کی جو ترجیحات مقرر کرتی اور خدا و خال واضح کرتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:
- تمہارا خدا ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، اور تمہارا عقیدہ ایک ہے۔ تمہارا باپ آدم ﷺ ہے اور آدم ﷺ کو سٹی سے پیدا کیا گیا۔ ایک عربی کو عجمی پر اور ایک سفید کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ فوقیت کا مدار صرف تقویٰ ہے۔ (الجامع الصحیح)

- کسی کی تھخیر مت کرو۔ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ مت پھیرو۔ مال دنیا کے حصول میں مسابقت مت کرو۔ بلکہ ایک اللہ کی مخلوق ہوتے ہوئے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (متفق علیہ)
- مومن ایک دوسرے کے لیے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں، کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے۔ (الجامع الصحیح)
- رب کعبہ کی قسم، وہ بڑے خسارے میں ہیں، وہ لوگ جو بڑے سرمایہ دار ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں [ہر طرف بھلائی کے کام میں] خرچ کیا۔ (متفق علیہ)
- جو مسلمان پودے لگاتا اور کھیت کاشت کرتا ہے، اور اس میں سے کوئی پرندہ جو کچھ چگتا ہے، کوئی انسان جو کچھ کھاتا اور کوئی جانور جو کچھ چرتا ہے، تو یہ عمل اس [مسلمان] کے لیے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ)
- کسب حلال ہر مسلمان پر فرض ہے (سیوطی، الجامع الصغیر)
- کسی انسان کے لیے اس کے ہاتھ کی کمانی سے بہتر کوئی روزی نہیں (ابن ماجہ)
- تم میں سے کوئی شخص یہ کہتے ہوئے وسائل، حیات کی تلاش سے باز نہ رہے کہ، "اے خدا مجھے رزق عطا کر" کیونکہ (اس طرح) آسمان سے سونا اور چاندی نازل نہیں ہوں گے۔
- اللہ کا فضل تلاش کرو اور دوسروں پر بوجھ مت بنو۔
- لوگو! بھیک میں کچھ مت مانگو۔ (ابو داؤد)
- اوپر والا ہاتھ نیچے (مانگنے) والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ (الجامع الصحیح)
- وہ جو حلال روزی کے لیے منت کرتا ہے، تاکہ بھیک (کی ذلت) سے بچا رہے اور اپنے خاندان کی کفالت اور پرٹوسی کے ساتھ احسان کر سکے، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ پورے چاند کی طرح روشن ہوگا (مشکوٰۃ)



جن بنیادی اصولوں اور قدروں کا اوپر حوالہ پیش کیا گیا ہے، انہیں پیش نظر رکھا جائے

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

تو انفرادی اور اجتماعی معاشی تگ و دو کے ضمن میں اسلام کے تصور ترقی کے جو مختلف اجزاء ہمارے سامنے آتے ہیں، مختصر آآن کے نمایاں ضد و خال یہ ہیں:

۱- ترقی کے حوالے سے اسلام کا تصور اپنی خصوصیات کے اعتبار سے بڑا جامع ہے جو زندگی کے اخلاقی، روحانی اور مادی دائروں کا پورا احاطہ کرتا ہے۔ یہاں ترقی ایک ایسا اعلیٰ ہدف اور قابلِ قدر عمل ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں ارتقا کی ضمانت دیتی ہے۔ اخلاقی اور مادی، اقتصادی اور سماجی، روحانی اور دنیاوی زندگی کے دائرے ناقابلِ تقسیم ہیں۔ اسلام کا سطح نظر محض چند افراد اور کچھ معاشرتی طبقات کی خوشحالی نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلوب سارے انسانوں کی بھلائی ہے۔ نیز یہ بھلائی محض اس دنیا تک محدود نہیں، بلکہ اس خیر کا سلسلہ عالمِ آخرت تک دراز ہے۔ ان دو بھلائوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ ایک دوسرے کی پشتی بان ہیں۔ حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ بھلائی کا یہ پہلو، ترقی کے جدید مغربی تصور میں بالکل مفقود ہے۔

۲- اسلام میں ترقیاتی عمل کا مرکزی محور اور بنیادی ہدف خود انسان ہے۔ چنانچہ اسلام کے نزدیک حقیقی معنوں میں ترقی کا مطلب، انسانی رویوں اور جذبوں، اس کے کردار اور طرزِ حیات اور اس کے مادی، سماجی اور ثقافتی ماحول کی ترقی ہے۔ ترقی کا مغربی اور مروجہ تصور صرف مادی ماحول (قدرتی اور اداراتی) میں تبدیلیوں تک محدود ہے، جس کے اندر ہی اندر تمام تر ترقیاتی کاوشیں ہوتی ہیں۔ اسلام اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ ترقیاتی عمل کا محور اور مرکز انسان ہے، جس کی دنیوی خوشحالی اور طمانیت کے ساتھ اخروی نجات ہی کامیابی کا اصل پیمانہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ترقی کے بارے میں اسلامی تصور یہ ہے کہ انسانی امکانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرد کی داخلی دنیا میں اور معاشرے میں خارجی سطح پر تبدیلیوں کا ایک ساتھ ظہور ہونا چاہیے۔

إِنَّ اللَّهَ لَذِي يُعَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُعَيَّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (الرعد ۱۲: ۱۱)

[اللہ کسی قوم کا حال نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔]

لہذا انسانی تصورات، رویے، ترغیبات، پسند اور جذبے اسی طرح معاشی پالیسی کے اہداف ہیں، جس طرح قدرتی وسائل، سرمایہ، مزدور، تعلیم، ہنر اور تنظیم ہیں۔ یوں

ایک طرف اسلام فرد اور معاشرے کی نگاہ کو مادی ماحول سے ہٹا کر انسانی سماجی اور اقتصادی مرکز پر جمانا ہے، اور دوسری طرف ترقیاتی پالیسی کے دائرہ عمل کو بڑی وسعت دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اہداف اور تدابیر کا حلقہ بھی وسیع ہو جاتا ہے کیونکہ معاشی پروگرام کے مطابق ان کا کم و بیش ہونا ضروری ہے۔ ترجیحات کی اس تبدیلی کا ایک اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ترقیاتی عمل کے سارے مراحل میں، خواہ ان کا تعلق فیصلہ سازی سے ہو یا عمل درآمد سے، عام لوگوں کی زیادہ سے زیادہ شمولیت اور شرکت ایک لازمی جزو بن جاتی ہے۔

۳۔ اسلام کی نظر میں معاشی ترقی ایک ہمہ گیر عمل کا نام ہے۔ چونکہ ترقیاتی پیش قدمی بیک وقت کئی سمتوں میں کرنا پڑتی ہے، اس لیے کسی ایک عامل کو، خواہ وہ بہت ضروری ہی کیوں نہ ہو، باقی عوامل سے جدا کر کے محض اسی پر سارا زور صرف کرنا ایک قابل عمل اور مفید طریق کار ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسلام سارے عوامل اور تمام قوتوں میں توازن کا نقیب ہے۔ سب کو ایک ساتھ تحریک دینا اور پروان چڑھانا ہے، کیونکہ عدل و توازن کی اہمیت بنیادی ہے۔

۴۔ اقتصادی ترقی میں کئی تبدیلیاں پیش نظر ہوتی ہیں، کمیت کے لحاظ سے بھی اور ماہیت کے لحاظ سے بھی۔ کمیت اور حجم پر ضرورت سے زیادہ اصرار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معیار اور ماہیت پر، بالخصوص حیات انسانی کے حوالہ سے، توجہ کم پڑ جاتی ہے۔ اسلامی نظم معیشت کی کوشش ہوتی ہے کہ یہ عدم توازن درست کر دیا جائے۔

۵۔ سماجی زندگی کے حرکی (dynamic) اصول و قواعد میں اسلام دو باتوں پر بہ طور خاص زور دیتا ہے: پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن مادی وسائل سے نوازا ہے ان کا بھرپور استعمال ہو۔ دوسری بات یہ کہ ان وسائل کا استعمال اور انسانوں کے درمیان تقسیم اس انداز سے ہو کہ عدل و انصاف کے تقاضے بہ طریق احسن پورے ہوں۔

1. Max F. Millikan "A Strategy of Development" [In, UN: The Case for Development] New York: Praeger Special Studies, 1973, p. 25.

"ڈیولپمنٹ اکنامکس میں اس پہلو پر توجہ بڑھ رہی ہے۔ میلیکان کا اصرار ہے کہ ترقیاتی تجربوں کا ایک اہم سبق یہ ہے کہ ہم ترقی کو کئی عناصر کے باہم مربوط عمل کا ایک سلسلہ سمجھیں۔"

اسلام اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اللہ کی عطا و بخشش پر اس کا شکر ادا کیا جائے اور عدل سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یاد دہانی کے لیے قرآن پاک میں بار بار کفرانِ نعمت اور ظلم سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔

درج بالا تجزیے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شکر اور عدل سے ترقیاتی عمل کو تحریک ملتی ہے، جبکہ کفر اور ظلم، انسانی سماج میں بربادی اور بد نمائی کا سبب ہیں۔<sup>۲</sup> پیداوار اور تقسیم کو ترقیاتی عمل کے تعلق سے دیکھنے والا فلسفہ، اسلامی طریق فکر و عمل سے یک سر مختلف ہے۔ اسلام میں ترقیاتی عمل کا ہدف ایک خدا خوف، پرہیزگار اور ذمہ دار انسان کی روحانی اور مادی ترقی ہے۔ وہ انسان جس کی شخصیت متوازن ہو، اور جو اس قابل ہو اور اس کے لیے ہمہ تن تیار ہو کہ انسانیت کے سامنے سچائی اور انصاف کا گواہ بنے۔ اس کے ساتھ ساتھ ترقیاتی عمل کا دوسرا بڑا ہدف ایسے معاشرے کی تشکیل ہے جہاں عدل کار فرما ہو، جس میں مسلسل نمو اور افزائش ہوتی ہو، جو فرد اور سوسائٹی کی ضروریات اس انداز سے پوری کرے کہ کسی کا استحصال نہ ہو اور نہ کسی کے حقوق میں دست درازی ہو۔

مختصر اسلامی نظم زندگی کے عمل میں، واضح ہدف اور اعلیٰ قدروں کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ ہر فرد کی آزادانہ شرکت یقینی بنادی جاتی ہے اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں بدرجہ اتم خوشحالی اور برکت پیدا ہو۔ اس کا ایک اہم ترین مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم ائمہ کو وہ موقع بہم پہنچایا جائے کہ وہ زمین پر اللہ کی عطا کا حق ادا کرنے کے

۲۔ اللہ ہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسا یا، پھر اس کے ذریعے سے تمہاری رزق رسائی کے لیے طرح طرح کے پہل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے سز کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے سز کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے سز کیا کہ گناہ چلے جا رہے ہیں، اور رات اور دن کو تمہارے لیے سز کیا، جس نے وہ سب کچھ نہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناگھر ہے (براہیم ۱۳: ۳۲-۳۳) انتظام و ترقی کے الٹی پالیسی میں یہ کہنا کہ ان الانسان لظلم کفار، بہت اہم ہے۔ اس سے ان باتوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جو انسانی ترقی کے عمل کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ زیادہ اہم حوالہ ناگھر ہے بن کا ہے جب اللہ کی عطا کو صحیح استعمال نہ کیا جائے اور بے انصافی برتی جائے تو یہ گویا سماجی نقطہ نظر سے ان وسائل و امانات کا غلط استعمال ہے۔ (محمد الباقر "اقتصادنا"، بیروت، ۱۹۶۸ء) لہذا اسلامی ترقیاتی عمل کی نیج اور اس کا انداز ایسا ہو گا جو شکر و امتنان کے جذبے اور بہم اظہار کو تقویت دے، عدل کو قائم کرے اور معاشرے کو کفر اور ظلم سے پاک رکھے۔

لیے صحیح معنوں میں امت وسط کا کردار ادا کرے، تاکہ سارے انسانوں کو عدل و انصاف پر مبنی ایک سماج کے قیام پر آمادہ کرے جو دنیوی زندگی میں اسلام کا مطلوب ہے۔ چنانچہ ترقی کا مطلب فرد اور معاشرے کی اخلاقی، روحانی اور مادی ترقی ہے، ایک ایسے منصفانہ نظام کے ذریعے جس کا نتیجہ پوری انسانیت کی بھلائی ہو، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔



## اسلامی ترقیاتی پالیسی کے اہداف

گزشتہ بحث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب ہم ترقیاتی پالیسی کے عمومی اہداف اور ایک مسلم معاشرے کے ترقیاتی پلان کے خصوصی مقاصد کا تعین کر سکتے ہیں۔

### ۱۔ انسانی وسائل کی ترقی

ترقیاتی پالیسی کا پہلا مقصد، انسانی وسائل کی ترقی ہونا چاہیے۔ اس میں صحیح رویوں اور جذبہ کی ترویج، اخلاق کی تعمیر اور شخصیت کی تشکیل، عمومی تعلیم و تربیت کے نظام، ہر شعبہ کے لیے مخصوص ہنر کے انتظام اور علمی اور تحقیقی کاوشوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ایسا طریق کار وضع کرنا شامل ہے کہ ترقیاتی کوششوں میں عام آدمی کی ذمہ دارانہ اور تخلیقی شرکت یقینی ہو جائے۔ فرد ہر سطح پر فیصلہ سازی میں حصہ لے اور آخر میں ترقی کے پھل میں سے اپنا حصہ پائے۔ اس شاہراہ پر قدم رکھنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا کام اولین ترجیح ٹھہرے، لوگوں کی عمومی اخلاقی تربیت کا ہمہ گیر انتظام ہو اور باہمی تعلقات کا ایک ایسا ہیكل اساسی (infra - structure) وجود میں آئے جس کی بنیاد باہمی تعاون، حصہ داری اور باہمی فرائض پر استوار ہو۔ چنانچہ انسانی وسائل کو رو بہ عمل لانے کے لیے ایک بے حد موثر اور معیاری انتظامی مشینری کھڑی کرنا اور اشارہ و قربانی کے جذبہ کو فروغ دینا بہت ضروری ہے۔

### ۲۔ نفع بخش پیداوار میں اضافہ

نفع بخش پیداوار میں اضافہ کرنا اسلام کا مطلوب ہے۔ قومی پیداوار جو خود انحصاری پر

بنی ہو اور اس میں تسلسل بھی ہو، اسلامی ترقیاتی پالیسی کا ایک اہم مقصد ہے۔ تاہم جہاں پیداوار کے معیار اور اس کی مقدار کی فکر ہوگی وہیں یہ دیکھنا بھی ضروری ہوگا کہ کیا پیدا کرنا ہے اور کون سی چیز کس مقدار میں پیدا کرنی ہے؟ اسلام میں پیداواریت کا مطلب، ہر الم علم یا وہ جسے بعض لوگ محض اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے خرید سکیں، پیدا کرنا مطلوب نہیں۔ پیداوار کے لیے زور ان اشیاء پر ہوگا جو اسلامی قدروں اور عمومی انسانی تجربوں کی روشنی میں عام انسان کے لیے مفید ہوں گی۔ اسلام نے حلال اور حرام کی واضح حدود متعین کر دی ہیں۔ پیداکاری اور صرف (consumption) کی اجازت اس دائرے کے اندر ہی ملے گی۔ جن اشیاء کی مانعت ہے انہیں پیدا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جن اشیاء کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے ان کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی۔ ہر وہ شے جو انسانی زندگی کے لیے مفید اور ضروری ہے، عمل پیداوار میں اسے ترجیح حاصل ہوگی۔ اس پالیسی کی روشنی میں سرمایہ کاری اور پیداوار کے طور طریقے اسلامی ترجیحات اور اہمیت کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر تبدیل کر دیئے جائیں گے۔ اس اعتبار سے ہمارے خیال میں تین امور قابل ترجیح ہیں:

- خوراک اور بنیادی ضرورت کی اشیاء، مثلاً مکانات اور سڑکوں سے متعلق خام مال کی وافر مقدار میں پیداوار اور مناسب قیمتوں پر رسد کا انتظام۔
- مسلم دنیا کی دفاعی ضروریات۔
- بنیادی سرمائے کی اشیاء (capital goods) اور بجاری مشینری کی پیداوار میں خود کفالت۔

### ۳۔ معیار زندگی میں بہتری

کوشش یہ ہونی چاہیے کہ لوگوں کے اخلاقی اور سماجی طور طریقوں میں حقیقی معنوں میں بہتری پیدا ہو اور ترقی کا ہدف، محض فی کس آمدنی یا چند اقتصادی اشاریوں (indicators) میں تبدیلی سے منسوب نہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لیے درج ذیل اقدامات ضروری ہیں:

- اخلاقی اٹھان، بہتر تعلیم اور مضبوط سماجی بندھن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ جان، مال اور عزت و عصمت کے تحفظ کا بھرپور انتظام۔

- روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور ان سے متعلق تنظیم، سرمایہ کاری، علاقائی اور تعلیمی ضروریات کے مطابق نئی فنی تربیت شامل ہے۔
- سماجی تحفظ کا ایک وسیع اور موثر نظام مرتب کرنا، کہ مناسب روزگار نہ پاسکنے والوں یا کسی بھی وجہ سے محتاج ہو جانے والوں کے لیے بنیادی ضروریات کی حد تک کفالت کا خود کار نظام قائم ہو سکے۔ زکوٰۃ کو اس نظام میں مرکزی عامل کا کردار حاصل ہوگا۔
- آمدنی اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے مسلم معاشرے کو آمدنی اور اجرت کی ایک فعال پالیسی اختیار کرنی ہوگی، جس کا بڑا مقصد نادار طبقوں کی آمدنی میں اضافہ ہو، اور جو غربت اور پس ماندگی کے خاتمے کو اولین ترجیح دے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوشش ہو گی کہ دولت کے ارتکاز اور طبقاتی اور علاقائی تفاوتوں میں کمی آئے، جس کے نتیجے میں دولت کی گردش ہر سطح اور ہر حلقے تک پھیل جائے۔ قطعی غربت کے مدارج میں واضح کمی اور آمدنیوں کی خلیج پائنا، اسلامی ترقیاتی عمل کی کامیابی کے بڑے اشاریوں میں سے ہوں گے۔ اس مقصد کے لیے ٹیکس کے نظام کی اصلاح اور اس میں انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہوگی۔
- رہائش اور ٹرانسپورٹ کا سنا انتظام۔
- تعلیم کی خصوصی ترجیح کے ضمن میں عمومی اور فنی تعلیم و تربیت اور تحقیقی و تخلیقی کاوشوں کے لیے بہترین سہولتیں مہیا کرنا۔

### ۴۔ متوازن ترقی

یعنی ملک کے مختلف علاقوں اور معیشت کے مختلف شعبوں کی متوازن ترقی کا انتظام، معاشی امور اور فیصلوں میں مرکزیت (centralization) کی حوصلہ شکنی کرنا اور اختیارات کو بجلی علاقائی اور مقامی سطح تک منتقل کرنا۔ ہر علاقے کی ترقی پر مناسب توجہ نہ صرف عدل و انصاف کا تقاضا ہے، بلکہ بھرپور ترقی کا لازمی حصہ بھی ہے۔ اس سے معاشی ثنویت (dualism) کا علاج بھی ہو گا جو بہت سے مسلمان ممالک کا روگ ہے۔ اس سے ملک کے اندر باہمی ربط و تعاون اور خوش گوار میل جول میں بھی اضافہ ہوگا۔ یہ وہ شعبہ ہے

جس میں علاقائی سطح پر مطالعہ، تحقیق اور تجزیہ کے اصولوں کا زیادہ سے زیادہ اطلاق ممکن ہو سکے گا۔ اسی طرح اکاؤنومیٹرک (econometric) تکنیک اور عوامل پیداوار کے تجزیاتی عمل کا استعمال ہو گا، اگرچہ ان میں اسلامی اقتصادی اور سماجی فریم ورک کے حوالے سے مناسب تبدیلیاں بھی لائی جائیں گی۔

## ۵۔ نئی ٹیکنالوجی کا استعمال

اسی جدید ٹیکنالوجی کی ترویج جو مقامی حالات، ضرورتوں اور مسلمان ممالک اور معاشروں کی اسٹوں سے ہم آہنگ ہو۔ پورا ترقیاتی عمل تبھی خود کار اور با اثر ہوگا، جب نہ صرف بیرونی امداد پر انحصار ختم کر دیا جائے، بلکہ ایک مختلف اقتصادی اور ثقافتی ماحول میں پروان چڑھنے والی ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کر کے، تکنیکی اور تخلیقی صلاحیت کو مقامی رنگ دے دیا جائے۔ اس ٹیکنالوجی پر وہ چھاپ ہوگی، جو ہماری منفرد پہچان بن جائے گی۔ البتہ اس مقصد کے حصول کے لیے عرق ریز تحقیق اور وقت کے چینلوں کا سامان مہیا کرنے کی سپرٹ پیدا کرنا ترجیحی بنیادوں پر اولیت کا تقاضا کرتا ہے۔

## ۶۔ بیرونی دنیا پر انحصار اور مسلم دنیا سے روابط

یہ مسلم ائمہ کے استخلاف فی الارض کا راست تقاضا ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کے معاملے میں غیر مسلم دنیا پر مسلسل انحصار کی روش تبدیل کی جائے۔ اس اقدام کے لیے فیصلہ سازی اور عمل ہماری اقتصادی خود انحصاری، عزت نفس اور قوت میں مسلسل اضافے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مؤثر دفاعی تیاریاں کی جائیں، تاکہ مسلم دنیا کی آزادی کی حفاظت ہو، ہم جارحیت اور عالمی بلیک میلنگ سے محفوظ ہوں اور عالم انسانیت امن و سکون سے رہے۔ ترقیاتی منصوبہ بندی کا یہ ایک بڑا اہم اور نمایاں رخ ہوگا۔

۱۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو، تاکہ اس کے ذریعے سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے امداد کو خوف زدہ کرو، جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے" (انفال: ۶۰۰، ۶۰۱)

## اقتصادی و جغرافیائی تعاون: نئی حکمت عملی

جن مقاصد کا اس سے پہلے ذکر ہوا ان کے حصول کے لیے ہر چھوٹی بڑی سطح پر ایک نئی حکمت عملی ترتیب دینا ہوگی۔ تشکیل سرمایہ (capital formation) کو بجا طور پر اہمیت ضرور دی جائے گی، لیکن نئے اسلامی ماڈل میں اس کی پوزیشن بنیادی محرک کی سی نہیں ہوگی۔ عوامی سطح پر شرکت کے لیے افراد کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ سماجی اقتصادی پروگرام کی حکمت عملی کے بیکل اساسی (infrastructure) کی تشکیل جدید اہم چیلنج ہو گا۔ سماجی پروگراموں سے معلومات کی ترسیل، جدت و اختراع اور موزوں ٹیکنالوجی وغیرہ بھی اس عمل کے اہم اجزا ہوں گے۔ سرمائے کا کردار صرف شرح نمو یا اعداد و شمار (marginal propensity) کی بنیاد پر نہیں جانچا جائے گا، بلکہ اشیاء کی پیداوار اور ٹیکنالوجی کے امتزاج اور ترکیب کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا، جس کے نتیجے میں کم سرمایہ اور زیادہ پیداوار کی نسبت بھی حاصل ہو، جب کہ پیداوار اور صرف کے مختلف نئے نئے انداز بھی سامنے آئیں۔

بے روزگاری کا خاتمہ ایک اہم بلکہ فیصلہ کن ہدف ہوگا۔ نجلی سطحوں یا نصوص ڈویژن، صنعت، قصبہ اور دیہات کی سطح پر ایسے اداروں کی تشکیل ضروری ہوگی، جو منصوبوں کی تشکیل اور ان پر عمل درآمد کے ذمہ دار ہوں گے۔ منصوبہ سازی کی مشینری محض اوپر کی سطح پر اقتصی انداز میں موجود نہیں ہوگی، بلکہ اس کا سلسلہ عمودی رنگ میں نیچے گاؤں اور محلے تک پھیلا ہوا ہوگا۔ داخلی اور خارجی بندھنوں کے ایک مربوط سلسلے کے ذریعہ ترقیاتی عمل میں معاشرے کے تمام شعبہ جات کی شرکت یقینی بنائی جائے گی۔ ہم نے موضوع کے نظریاتی پہلو کو قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تاہم یہ

حقیقت ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے کہ ایک موزوں ترقیاتی حکمت عملی کا انحصار صرف نظریاتی افکار پر نہیں ہو سکتا۔ ان افکار کا ایک گہرا تعلق جغرافیائی اقتصادی گوشوں سے بھی ہے، یعنی وسائل کی بنیاد، بنس عوام کی کیفیت، اور سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی ادارے اور ان کی خصوصیات بھی پیش نظر رکھنا ہوں گی۔

سبھی مسلم ممالک ترقی پذیر گروپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو درمیانی اور نچلی سطح پر ہیں اور کچھ سیرٹھی کے سب سے نچلے پائے دان کے آس پاس۔ یہ دراصل اس فکری، علمی، تحقیقی، تخلیقی اور عملی پسماندگی کا اظہار ہے جس سے یہ ممالک اٹھارویں اور انیسویں صدی کے دوران مغربی سامراج کی یلغار کے بعد دوچار ہوئے، کہیں بیسویں صدی کے نصف پر پہنچ کر سامراج کے عریاں اقتدار سے ان کی گلو خلاصی ہوئی۔ (مگر افسوس کہ مسلمان ممالک کی سیاسی قیادتوں نے مغرب کی پوشیدہ معاشی و عسکری غلامی کا طوق اپنی اقوام کے گلے میں ڈال دیا) سیاسی آزادی کو تقویت دینے کے لیے آزاد معاشی بنیاد کی فراہمی ایک کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ کام بڑی دیر بعد ابھی حال ہی میں شروع ہوا ہے، مگر کہیں کہیں۔ بالآخر اسی عمل کی کامیابی اس بات کی ضمانت دے سکے گی کہ مسلمان ممالک خود آگاہ اور آزاد قومی اکائیوں کی شکل میں زندہ رہیں اور آپس میں مل کر مسلم طرز حیات کی تشکیل نو کریں، جس پر دنیا کی خوشحالی اور امن کا انحصار ہو۔

مسلم علاقے کے وسائل کی بنیاد کافی وسیع ہے۔ اس میں زرعی پیداوار کے لیے بڑے بڑے قیمتی قطعات ہیں، معدنی دولت اور توانائی کے گونا گوں وسائل کے خزانوں سے بھرے بڑے ہیں، جن میں تیل اور قدرتی گیس ہی نہیں، بلکہ کوئلہ، تانبے، سونے اور پین بجلی کے بے کران امکانات بھی ہیں۔ انسانی وسائل نہ صرف عددی اعتبار سے کافی زیادہ ہیں، بلکہ ان ترقی پذیر ممالک سے باکمال لوگوں کے ترقی یافتہ ممالک کی سمت بہاؤ نے مثبت امکانات کی مسلم دنیا کو تقویت بخشی ہے۔ اس افرادی قوت کی ہر مندی اور معیار اس درجے پر پہنچ چکے ہیں کہ کسی مسلم ممالک نے ٹیکنالوجی کے ضمن میں اپنی اداراتی بنیاد کافی حد تک مضبوط کر لی ہے، اور وہ انتہائی جدید شعبوں مثلاً ایٹمی توانائی، برقیات، میڈیکل سائنس، کمپیوٹر ٹیکنالوجی اور فضائی حرکیات وغیرہ میں بھی پیش رفت پر قادر ہو چکے ہیں۔

مسلمان علاقے میں وسائل کی بنیاد پھیلی اور بکھری ہوئی ہے۔ مسلمان ممالک کی آپس کی محدود تجارت کے باوجود، ۱۹۹۲ء میں مسلم ممالک کی باہمی تجارت، ان کی کل برآمدات کا صرف ۱۰ فیصد تک تھی۔ آج ان پر فطری تعاون کے امکانات واضح ہوتے جا رہے ہیں۔



ہم یہاں پر مسلم دنیا کی چار گروپوں میں تقسیم سے موجودہ صورت حال کا مختصر سا خاکہ پیش کر رہے ہیں:

• پہلے گروپ میں متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، کویت، اومان، الجزائر اور لیبیا جیسے ممالک کی مشترک پیمان، معدنی تیل کی کافی ترقی یافتہ صنعت اور وسیع پیمانے پر اس کی برآمد ہے۔ اگرچہ ان ممالک میں صنعتی تنوع کے لیے کچھ ابتدائی اقدامات بھی ہوئے، لیکن ان کا زرعی شعبہ بالعموم زبوں حال اور سخت لاغر ہے۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کے عشروں میں جب تیل کی قیمتیں مناسب اور حقیقت پسندانہ سطح تک اٹھیں، تو تیل برآمد کرنے والے ان ملکوں کا بڑا وسیلہ یہ سامنے آیا کہ ان کے پاس اصنافی سرمایہ اکٹھا ہو گیا، جو خود ان ممالک کے اندر بھی اور باہر کی دنیا میں بھی کھپت کے لیے بیسر تھا۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ اس سرمائے کا بہت بڑا حصہ ترقی یافتہ صنعتی اقوام میں سرمائے کی منڈیوں کی طرف چل پڑا اور تیسری دنیا باقصور مسلم ممالک میں راست سرمایہ کاری کا ذریعہ نہ بن سکا۔

• دوسرا گروپ تیل برآمد کرنے والے ترقی پذیر مسلم ممالک کا ایک وہ حصہ ہے، جہاں معدنی صنعت تیل ہے، جس کا سب سے اہم کردار ہے۔ یہ برآمدی شعبے کا سب سے بڑا عنصر ہے۔ تاہم ان ممالک میں زراعت اور عمومی صنعت بھی نسبتاً ترقی یافتہ ہے۔ مثال کے طور پر انڈونیشیا ہے، جہاں تیل سے متعلق ذیلی پیداواری شعبہ کافی وسیع ہے۔ وہاں کی ملکی پیداوار (GDP) میں معدنی شعبے کا حصہ صرف ۲۰ فیصد ہے، جبکہ زراعت اور صنعت کا حصہ بالترتیب ۲۰ فی صد اور ۹ فی صد ہے۔ ایسے ممالک میں ترقیاتی عمل کے لیے، وسائل کا ایک اندرونی ملکی توازن موجود ہے۔ ان کی اہم ترین

- ضرورت ٹیکنالوجی کا حصول اور مسلمان ممالک سے تجارت بڑھانا ہے۔
- تیسرے گروپ میں وہ مسلمان ممالک ہیں جن کا معدنی شعبہ محدود ہے اور ان کی بیشتر برآمدات کا تعلق زراعت سے ہے۔ صنعتی ترقی میں ملکی ضروریات اور برآمدات کے حوالے سے یہ مختلف درجوں میں ہیں۔ جن ممالک میں صنعتی شعبہ محدود ہے اور بیشتر انحصار بنیادی زرعی ایشیا کی برآمد پر ہے، ان میں چاڈ، مالی، گنی، صومالیہ، سوڈان، یوگنڈا، ابروولٹا، نائیجیریا اور عرب جمہوریہ یمن شامل ہیں۔
- چوتھے گروپ کے ممالک وہ ہیں، جو بنیادی زرعی ایشیا کی برآمد پر مسلسل تکیہ کرنے کے بجائے اپنی برآمدات میں صنعتی مال کا تناسب کافی حد تک بڑھانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان میں قابل ذکر مصر، سیرالیون، لبنان، ترکی، پاکستان، ملائیشیا اور بنگلہ دیش ہیں۔ ان ممالک کا اصل اثاثہ وسیع افرادی قوت، ہنرمندی، اور اداراتی ڈھانچہ ہے، جو ترقی میں مدد و معاون ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ایک وسیع مقامی مارکیٹ ہے۔ ان ممالک کی بڑھی کمزوری سرمائے کی عدم دستیابی ہے اور نجلی سطح پر کم آمدنی کی وجہ سے یہ اپنے ترقیاتی مقاصد کے لیے بچتوں کی سطح ایک خاص حد سے اٹھانے سے قاصر ہیں۔

مسلم دنیا میں موجود ممکنہ اقتصادی معاونت کے اس مختصر جائزے سے بھی یہ سمجھنا آسان ہے کہ زمین کے ایک بڑے حصے پر پھیلی ہوئی اس آبادی کی اقتصادی اور سماجی بہتری کے لیے جو بھی حکمت عملی وضع کی جائے گی، اس کی بنیاد باہمی تعاون اور مشترک مسلم خود انحصاری (self - reliance) کے اصول پر رکھنا ہوگی۔ یہ محض معاشی ضرورت ہی نہیں بلکہ مسلم ڈھانچے کے اندر معاشی خوشحالی کا لازمی جز بھی ہے جو مسلمان ممالک کی ترقی کا ایک ہی بامعنی اور معقول مظہر ہو سکتا ہے۔ اگر مسلم دنیا ترقی کے حصول کے لیے خود انحصاری کو بنیاد نہیں بنائے گی تو امکان یہی ہے کہ یہ دنیا کے غالب معاشی فلسفوں اور معاشی جارحیت شکار ہو کر رہ جائے گی۔

مسلمان ممالک کی متذکرہ خصوصیات کو پیش نظر رکھیں تو اسلامی نکتہ نظر کے تحت مرتب ہونے والی ترقیاتی حکمت عملی کے یہ دو اہم پہلو سامنے آتے ہیں:



- پہلا نظریاتی اور اقتصادی پہلو ہے، جو مقامی وسائل کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کر کے اس طرح ترتیب دے گا کہ یہ اسلامی سماجی و معاشی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہو۔
  - دوسرے پہلو کا تعلق مسلمان ممالک کے باہمی تعاون سے بھی ہے اور جغرافیائی قرب و ہمسائیگی کے حوالے سے، ان کے ذیلی گروپ بنانے اور ان کے درمیان اقتصادی تعاون سے بھی ہے۔ اور بدرجہ آخر سیاسی مصالحت اور رواداری سے بھی۔
- یہ چھوٹے گروپ مل کر ایک بڑے مسلم اقتصادی بلاک کی شکل اختیار کریں گے۔ جہاں کچھ طے شدہ مشترک مقاصد کے حصول پر نہ صرف اتفاق ہو گا بلکہ عمل کی راہوں پر سرگرم سفر بھی ہوا جائے گا۔ یہ سب کچھ ایک اداراتی ڈھانچے کے زیر اثر پروان چڑھے گا، جس کی کچھ خام ششلیں اب بھی موجود ہیں۔ یہ مسلمان دنیا، تیسری دنیا کی بڑی کمیونٹی سے منسلک ہوگی اور ایک نئے منصفانہ بین الاقوامی معاشی نظام کی تشکیل اور ترویج میں اس سے پورا پورا تعاون بھی کرے گی۔



## خود انحصاری کی حکمت عملی

خود انحصاری کی حکمت عملی کا فیصلہ کن عنصر یہ ہے کہ بیرونی امداد پر مبنی، ترقیاتی عمل میں بنیادی انقلابی تبدیلی لائی جائے۔ یہ ہمارا سوچا سمجھا نقطہ نظر ہے کہ "بیرونی امداد" کی بندش ایک نعمت سے کسی طور پر کم نہیں ہوگی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جس ترقی کی بنیاد گذشتہ چار دہائیوں سے "بیرونی امداد" پر رکھی گئی تھی، اس نے متوقع نتائج نہیں دیئے۔ اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ تیسری دنیا نے بالعموم اور پاکستان نے بالخصوص آج تک "بیرونی مالی امداد" کے نام پر جو کچھ وصول کیا ہے، اس کے اثرات کا سائنسی اور بے لاگ تجزیہ کیا جائے۔

یہاں لفظ "امداد" (Aid) دراصل ایک غلط اصطلاح ہے۔ وہ مالی گرانٹ (Grant)، جسے امداد کہنا اور سمجھنا صحیح ہوگا، بہت کم ملی ہے۔ باقی جو کچھ بلاوہ قرضہ (Loan) تھا، جو یا تو نسبتاً آسان شرائط پر ملایا پھر کم و بیش منڈی کے بقاؤ کے مطابق سود کی ادائیگی پر ملا۔ عالمی بینک اور دوسرے امداد دینے والے اداروں کی مارکیٹ کے حوالے سے ترجیحی پالیسیوں کی بنا پر موخر الذکر قرضوں کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے۔ اس طرح اس نام نہاد "امداد" میں قرضے کا حصہ پچھلے دو عشروں میں نہ صرف مسلسل زیادہ ہوا، بلکہ وہ شرح سود جس پر یہ قرضے مینا کیے گئے، تقریباً مارکیٹ ریٹ کے برابر ہے۔

ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ اس "امداد" یعنی قرض کا ایک بڑا حصہ مشروط ہوتا ہے۔ اسے کوئی ملک یا ادارہ اپنی مرضی اور ترجیحات کے مطابق استعمال نہیں کر سکتا، اور نہ اس سے دنیا میں کبھی موجود سستی ایشیا خریدی جاسکتی ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ قرض دینے والے ملک کے پاس ایشیا کی اتنی بڑی مقدار کے ساتھ ساتھ جبری طور پر انتظامی خدمات کا نام نہاد

ڈھانچہ ہوتا ہے، جسے وہ من مانی قیمت پر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ عام حالات میں قیمتوں کا یہ فرق ۳۰ فی صد ہوتا ہے۔ مقروض ملک کو قرض دہندہ سے یہ اشیا خریدنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح قرض یا امداد، قرض دینے والے ملک کی برآمدات بڑھانے کا بڑا ذریعہ تو بن جاتا ہے، مگر قسمت کے مارے مقروض ملک کے لیے اس کی افادیت برائے نام ہی رہتی ہے۔

اس پر طرہ یہ کہ ٹرانسپورٹ، انشورنس اور تکنیکی مہارت کے اخراجات مزید ہیں۔ یہ سب کچھ پیش نظر رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ خالص وصولی بے حد کم رہ جاتی ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ نئے قرض کا ۷۰ فی صد پرانے قرض اور اس کے سود کی ادائیگی میں کھپ جاتا ہے۔ اصل منتقلی صرف ۳۰ فی صد کی حد تک ہوتی ہے، جبکہ آخری خالص "امداد" نہ ہونے کے برابر رہ جاتی ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ آج سیاسی، جغرافیائی صورت حال میں تبدیلی آچکی ہے۔ یہ امید رکھنا حماقت اور کج فہمی کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ ماضی میں جو تعاون اور "امداد" ہمیں میسر تھی، اس کا سلسلہ مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔ یوں بہ حیثیت قوم ہمارے لیے خود انحصاری کے سوا کوئی چارہ کار باقی ہی نہیں۔

یقیناً ہمیں دنیا کے سبھی ممالک سے دوستانہ روابط رکھنے چاہئیں، لیکن امداد پر تکیہ کیے رکھنا اور کشکول گدائی پھیلائے رکھنا درست نہیں۔ نظریاتی نقطہ نظر سے دیکھیں، تو اسلام، امت مسلمہ کی کامل آزادی، حاکمیت اور عزت نفس جیسے امور کے بارے میں بڑا احساس ہے۔ یہ امت شہد اعلیٰ الناس ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی معیشت میں، دانش میں، ٹیکنالوجی میں، سائنس میں اور مالیات میں دوسروں کے محتاج رہیں گے تو ہمارے لیے دنیا کے سامنے اسلام کا گواہ بننا ممکن نہیں ہو گا۔ لہذا نظریاتی پختگی اور ملی شعور کے ساتھ خود انحصاری ہی ترقی کا واحد راستہ ہے۔

یہ خود انحصاری ہے کیا؟ ہم اس کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ، یہ وہ حالت ہے جس میں ایک قوم اپنے وسائل کے استعمال میں اپنی آزادانہ رائے سے فیصلے کرے، اور پوری طرح مختار ہو کہ اس کا مطالب کیا ہے؟ اس کا سیاسی اور معاشی ترجیحات کا انداز کیا ہے؟۔ یہ

معاملہ اس صورت حال سے یک سر مختلف ہے، جس میں بیرونی سیاسی اور معاشی دباؤ کے زیر اثر ہم ناپسندیدہ فیصلوں پر مجبور ہوں۔ خود انحصاری کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک ملک یا ممالک کا ایک گروپ، وہ اہلیت اور قابلیت ہم پہنچادیں کہ کسی بحرانی حالت کا مقابلہ اپنی اندرونی قوت کے بل بوتے پر کر سکیں۔ یہ تبھی ممکن ہو گا کہ معیشت، تجارتی مبادلات (بہ شمول تجارتی ایشیا و سرمایہ کی حرکت) کی بنیاد پر متوازن کیفیت پیدا کرنے کے قابل ہو۔ مختصراً، خود انحصاری کا تقاضا خود اعتمادی اور آزادی سے اپنے قومی اہداف کا تعین اور فیصلہ سازی ہے، جب کہ ہر طرح کا انحصار ختم ہو جائے، خواہ اس کی دعوت خود دی جائے یا وہ باہر سے جبراً لگے۔

خود انحصاری کا مطلب کامل خود کفالت نہیں ہے۔ آج کوئی ملک بھی مکمل خود کفیل نہیں ہو سکتا، لہذا ان دو حالتوں کو مترادف نہیں سمجھنا چاہیے۔ اگرچہ مجموعی طور پر مسلم امت اس قابل ہے کہ بڑی حد تک خود کفیل ہو جائے، لیکن مستقبل میں ترقی کے حصول کی کاوشوں اور ارضی تناظر میں ہمارا خیال ہے کہ باقی دنیا سے تجارتی روابط ہماری خود انحصاری کے تصور کا جزو لاینفک ہوں گے۔

چنانچہ خود انحصاری کا مطلب، دنیا سے الگ تنگ ہو جانا نہیں ہے۔ آخر ہم اس دنیا کا ایک حصہ ہیں اور ہر سطح پر تعلقات کا ایک سلسلہ قائم رکھیں گے، جس میں دوطرفہ تجارت اور سرمائے کی حرکت بھی شامل ہوگی۔

خود انحصاری کوئی جامد تصور بھی نہیں ہے، بلکہ اس میں نمو، افزائش اور حرکت شامل ہیں۔ تاہم یہ بات بہت اہم ہے کہ خود انحصاری ہمارا قومی مقصد قرار پائے۔ اسی طرح خود انحصاری خالصتاً معاشی تصور بھی نہیں ہے۔ یہ دراصل زندگی اور اس کے مسائل کا سامنا کرنے کا مخصوص خوددارانہ انداز فکر بھی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ خود انحصاری راتوں رات حاصل نہیں ہو جاتی۔ لیکن ہم ایک ایسی مخصوص تدریج کے عادی ہو چکے ہیں، جس نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ اس کی ایک مثال دیکھیں، پاکستان کا پہلا بیج سالہ منصوبہ (۶۰-۱۹۵۵ء) تشکیل دینے والوں کا دعویٰ تھا کہ ۲۵ برس میں پاکستان اپنی مالی ضروریات خود پورا کرے گا۔ اس بیج سالہ منصوبہ میں "خود پرور

اخراجات (self financing-sustained growth) کے الفاظ استعمال ہوئے تھے۔ لیکن چالیس سالہ منصوبہ بندی کے بعد ہم کہاں کھڑے ہیں؟ پہلے دن سے بھی زیادہ محتاج، مجبور بلکہ مقہور ہیں۔۔۔ اس رنگ کی "تدریج" سے تو کام نہیں بنے گا۔ اسی لیے ہم ماضی کی ان بیساکھیوں کو توڑنے اور خود فریبی کے نئے کو چھوڑنے کی ایک انقلابی تجویز دے رہے ہیں۔ اس میں یقیناً خطرات بھی ہیں، لیکن یہ جانے بچانے خطرات ہیں، اور وقت آگیا ہے کہ قوم جانتے بوجھتے ان خطرات کا سامنا کرے۔

امت مسلمہ خود انحصاری کو ملی عہد و پیمانہ کے طور پر لے۔ خود انحصاری سماجی معاشی پالیسی کا بنیادی اصول ٹھہرے اور قومی پس منظر میں انفرادی زندگی کی بنیاد ہو۔ بہتر ہو گا کہ اس مقصد کے لیے "قومی خود انحصاری ایکٹ" کی شکل میں باقاعدہ دستوری اور قانونی بنیاد فراہم ہو، تاکہ پالیسیوں کی تشکیل ایک واضح اور غیر مبہم قانونی سانچے (فریم ورک) کے اندر ہو۔

خود انحصاری کے حصول کے پروگرام کے کئی پہلو اور کئی جہتیں ہوں گی۔ ایک پہلو یہ ہے کہ حکومت غیر ضروری اخراجات کم کرنے اور غیر ترقیاتی اخراجات پر روک لگانے کے پروگرام پر عمل کرے۔ ایک اور قانون کے ذریعے بجٹ کے خسارے اور خسارے کی سرمایہ کاری کی حد مقرر کی جائے۔ خوش آئند سرکاری اطلاعات اپنی جگہ، لیکن فنی ماہرین، معیشت دانوں اور عوامی نمائندوں کی بے لاگ تنقید اور گرفت کے باوجود حکومت کو بے محابا اخراجات اور اس کے نتیجے میں خسارے اور سرمایہ کاری سے روکا نہیں جاسکا۔ اس کے لیے قانون سازی کی اہمیت واضح ہے۔

حکومتی ڈھانچے کی دیوقامی اور ملکی معیشت کے ہر ہر گوشے میں سرکاری دخل اندازی وہ سب سے بڑے عناصر ہیں، جنہوں نے ملک کو اغیار کا دریوزہ گر اور محتاج بنا دیا ہے۔ اس لیے خود انحصاری کی حکمت عملی کا ایک اہم جز یہ ہے کہ حکومتی ڈھانچے کا حجم کم کیا جائے۔ ضرورت ہے کہ سرکاری معاملات درج ذیل امور تک محدود رہیں:

- نظریے اور آزادی کی حفاظت اور قومی دفاع۔
- معاشرے کے کھنڈ اور غیر مراعات یافتہ طبقات کے حقوق کی نگرانی۔

- ملک میں معاشی تنگ و دو کے لیے سازگار سماجی اور انتظامی ماحول کی فراہمی۔
- ایسے اہم عسکری و دفاعی (strategic) معاملات کی دیکھ بھال، جہاں نجی شعبہ بہ وجوہ قومی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے موجودہ ترقیاتی منصوبے ایک سر بدلنے پڑیں گے اور اس کے بہت سے حصے نجی شعبے کو منتقل کرنا ہوں گے۔ سرکاری منسویوں کی بنیادی توجہ تعلیم، صحت عامہ اور سماجی بہبود کے شعبوں پر مرکوز رکھنی ہوگی۔ اختیارات میں ایک طرح کی لامرکزیت (decentralisation) لانی پڑے گی، تاکہ بہت سے فرائض کار، مرکز سے صوبوں اور صوبوں سے مقامی انتظامیہ کو منتقل ہو جائیں۔

ٹیکس کا نظام بھی پوری طرح بدلنا ہوگا، کیونکہ اس کے بغیر وسائل کو صحیح طور پر حرکت میں لانا ممکن نہیں۔ صارفین کے حقوق کی نگہداشت کے لیے پارلیمنٹ کے ایکٹ کے تحت "پبلک یوٹیلیٹی کمیشن" کا قیام لازمی ہوگا۔ اس سے اشیائے صرف کی قیمتوں میں من مانی لوٹ کھسوٹ کو بھی روکا جاسکے گا۔ اسی طرح ایک لمبی مدت کی "ٹیرف پالیسی" کی ضرورت ہوگی اور "ٹیرف کمیشن" کے ادارے کو خود انحصار ترقی کے ضمن میں فیصلہ کن کردار ادا کرنا ہوگا۔

اس حکمت عملی کا سب سے اہم اور بنیادی عنصر یہ ہوگا، کہ معاش و اقتصاد کو سود سے کلید پک کر کے سرمایہ کاری کو شراکتی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ پاکستان جیسے ممالک میں خود انحصاری کی جانب پیش رفت سود کے خاتمے کے بغیر ناممکن ہے۔ لہذا ہماری بنیادی انقلابی تجویز یہ ہے کہ ایک حتمی (cut-off) تاریخ مقرر کر دی جائے، جس کے اختتام پر پہلے قدم کے طور پر اندرونی معیشت میں اور بعد ازاں بیرونی سرکاری معاملات میں سودی کاروبار کی قطعی ممانعت کر دی جائے۔

اس موقع پر اس تفصیل میں جانا ضروری نہیں کہ سودی معاملات کا خاتمہ کیسے ہو اور اندرونی اور بیرونی سطحوں پر اس کی متبادل صورتیں کیا ہو سکتی ہیں؟ اس موضوع پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہاں ہم چند جوٹی کے ماہرین معاشیات اور بشکاروں کی سوچ مختصر آپیش کر رہے ہیں، جن کا خیال ہے کہ (سود سے پاک) نئی حکمت عملی مستقبل کے لیے بے حد امید

افزا ہے۔<sup>۱</sup>

عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) کے سٹاف پیپر میں ڈاکٹر مومن خان لکھتے ہیں:

یقیناً یہ بات بالکل واضح ہے کہ منصفانہ شراکت داری پر مبنی اسلامی بینکنگ ماڈل اور دوسرے ممالک کے لٹریچر میں موجود، بنک اصلاح کی تجاویز میں حیرت انگیز مماثلت ہے۔ کسی ملک میں طریق ادائیگی کے ضمن میں، جو بنک، بحران اور خلل نمودار ہوتے ہیں، اسلامی بنکاری نظام، ایسے جھگڑے برداشت کرنے کا زیادہ اہل ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک شراکتی نظام میں، جس میں پہلے سے طے شدہ شرح سود نہیں ہوتی اور نہ بنک لمانتوں (deposits) کی ظاہری قدر و قیمت کی ضمانت موجود ہوتی ہے، اثاثوں کی پوزیشن پر اثر انداز ہونے والے جھگڑے اس لیے بہ آسانی برداشت ہو جاتے ہیں کہ بنکوں میں عوام کے لمانتی حصص کی قیمتوں میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے۔ اسی لیے بنک کے اثاثوں اور واجبات کی حقیقی قیمت ہمہ وقت ایک ہی رہے گی۔ روایتی بنکاری نظام میں چونکہ لمانتوں کی ظاہری قدر طے شدہ ہوتی ہے، اس لیے ان جھگڑوں سے حقیقی اثاثوں اور واجبات میں فرق پڑ جاتا ہے۔<sup>۲</sup>

جرمن معیشت دان پروفیسر ہاوش البائے، سمجھتے ہیں کہ اسلامی بنک شراکتی بنکوں کی کلاس سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے لکھا ہے:

ایک صورت یہ ہے کہ اسلامی بنک ان سرمایہ کاروں کو نفع و نقصان کی بنیاد پر اپنا سرمایہ مینا کرتے ہیں، جن کا اپنا اثاثہ ان کی ہنرمندی اور محنت ہوتی ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ متناسب نفع و نقصان کی بنیاد پر یہ اپنا حصہ ایسے عملی منصوبوں میں ڈالتے ہیں، جو بڑا حصہ دار (shareholder) ہوتا ہے۔ یہ طریقے ایسے ترقی پذیر ممالک کی شراکتی سرمائے کی ضرورت پورا کرنے کے لیے انتہائی موزوں ہو سکتے ہیں، جہاں کاروباری خطرات بالخصوص زیادہ ہوں۔ مزید یہ کہ ایسے صنعتی ممالک کے

1. M. Umer Chapra, "Towards a Just Monetary System" Leicester, The Islamic Foundation, 1985; Khurshid Ahmad, ed "Elimination of Riba From the Economy" Institute of Policy Studies, Islamabad, 1994.

2. Mohsin Khan "Islamic Interest-Free Banking" Staff Paper, Vol 33, No. 1, March 1986, p. 19.



لیے بھی یہ منصوبے بہت سود مند ہو سکتے ہیں جہاں نئے پر خطر صنعتی طور طریقے یا پراجیکٹ زیر عمل ہوں، اور جہاں نفع و نقصان کی بنیاد پر شرکائی سرمایے کی ضرورت ہو۔<sup>3</sup>

سود سے پاک بنکاری نظام کے حوالے سے OECD کے پروفیسر ٹراٹ ووہلز شارف کی رائے ہے:

اسلامی بنکاری نظم ایک طرف مالیات اور دوسری طرف صنعت اور تجارت کے درمیان تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جو اسلامی معاشی نظام قائم کیا جا رہا ہے، یہ نیا تعلق اس کی بنیاد ہے۔ اگرچہ بین الاقوامی مالیاتی ماحول کے مقابلے اور چیلنجز میں اسلامی اصولوں کا پرکھا جانا ابھی باقی ہے، البتہ دونوں طریقوں میں یہ یکسانیت ہے کہ دونوں ہی مالیاتی مصالحت اور معاشی اثاثوں کی پیداکاری میں قریبی ربط و تعلق کے لیے کوشاں ہیں۔ اسلامی بینک اقتصادی افزائش اور ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسی صورت حال میں جب کساد بازاری (recession) ہو، طلب اور روزگار میں اضافے کے بغیر افراط زر ہو اور نمو کی شرح گر جائے، کیونکہ ان کا محور عمل پیداوار پر مبنی ہے۔ شمال ہو یا جنوب، سبھی ممالک کو شرکائی (venture) سرمائے کی ضرورت ہے۔ صنعتی ممالک سے قرض پر سرمایہ تو میسر ہے، لیکن اس کی شرح سود زیادہ ہے۔ البتہ درمیانے درجے کے کاروباری منتظمین کو بھی کاروبار میں وسعت لانے یا اختراعی (innovative) طریقے اپنانے کے لیے خطر انگیز (risk-taking) سرمایہ بہ مشکل ہی میسر آتا ہے۔ اس صورت حال نے شمال میں معاشی ترقی اور پیداواریت پر روک لگا دی ہے۔ لہذا اسلامی بینکوں اور دنیا بھر کے کاروباری اداروں کے درمیان عملی اور فوری تعاون کا امکان موجود ہے، جس کے لیے ایک درمیانی مرحلہ مکمل طور پر تشکیل دینا ابھی باقی ہے۔<sup>4</sup>

3. Seminar proceedings of the Baden, London, Topic "Islamic Banking".

4. Traute Wohlers - Scharf "Arab and Islamic Banks", OECD, Paris, 1983.



## مسلم اقتصادی یونین: چند تصورات

ہم نے خود انحصاری پر مبنی جس ترقیاتی حکمت عملی کے حق میں دلائل دیے اسے محدود قومی تناظر سے اٹھا کر مسلم دنیا کے وسیع تر تعاون اور ارتباط کی طرف لانا ہوگا۔ چنانچہ ہم اس سوال کا مختصر جائزہ لیتے ہیں کہ کیا مسلم دنیا ایک اقتصادی بلاک کے طور پر وجود میں آ سکتی ہے؟ میرا بے ساختہ اور پر زور جواب یہ ہے کہ "ہاں یہ ممکن بھی ہے، اور یہ لازمی بھی ہے۔"

آج اقوام متحدہ کے ایک تہائی ممبر، مسلمان ممالک ہیں۔ وسط ۱۹۹۲ء کے لیے پندرہ اعداد کے مطابق قریباً ۵۶ آزاد مسلمان ممالک کی آبادی اندازاً ۸۰ کروڑ (۸۰۰ ملین) تھی، اور یہ آبادی زمین کی ۲۰ فیصد خشکی پر بحر اوقیانوس سے بحر الکاہل تک پھیلی ہوئی ہے۔ یورپی مسلمان ممالک کو چھوڑ کر شمالی افریقہ سے انڈونیشیا تک کی اس مسلم آبادی کے تین بڑے بلاک ہیں۔ اس کا بڑا حصہ ایشیا اور افریقہ کے قلب میں مرکوز ہے، جب کہ ایک گروپ جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا میں ہے۔ لسانی اور نسلی اختلاف اور معاشی تفاوت کے باوجود مسلم دنیا کا ہم رنگ یونٹ ہے۔ جس کی خصوصیت ایک عقیدہ اور ایک ثقافت ہے، اور جس کی جڑیں اسلامی روایات میں پیوست ہیں۔ روڈنی ولسن کی ایک تازہ رپورٹ، جو "اسلامی بزنس: تصور اور عمل" پر اکانومسٹ اسٹیٹینجس یونٹ کی خصوصی رپورٹ کے طور پر شائع ہوئی، تصدیق کرتی ہے: "دنیا بھر میں جو بہت سی مغربی کمپنیاں کاروبار کر رہی ہیں، اس بات کو زیادہ معقول پائیں گی کہ وہ مسلم دنیا کو شرق اوسط، شمالی افریقہ، جنوب اور جنوب مشرقی ایشیا کے بجائے ایک اکائی کے طور پر دیکھیں۔"

مسلم دنیا کی ایک اور اہمیت ایشیا اور یورپ کے درمیان اہم دفاعی جغرافیائی پوزیشن

کے سبب بھی ہے۔ ماضی قریب کی سہر طاقت سوویت یونین کے بکھر جانے کے باوجود مسلمان دنیا ایک طرف رشین فیڈریشن اور مغربی یورپ کے درمیان اور دوسری طرف بحر اوقیانوس اور بحیرہ روم کے درمیان ایک وسیع جغرافیائی اقتصادی بلاک ہے۔ بحیرہ روم کا شمالی دروازہ ترکی کے ہاتھ میں ہے جو باسفورس اور ڈانیال (جیسی آبی گزرگاہوں) کا مالک ہے، جبکہ مشرقی دروازہ نہر سوز اور پورٹ سعید کے حوالے سے مصر کے قبضے میں ہے۔ بحیرہ روم تو تقریباً ۶۰ فیصد مسلم جھیل ہے، جبکہ خلیج پر ۱۰۰ فیصد مسلمانوں کا کنٹرول ہے۔ یہی حال بحیرہ قرم کا ہے، جبکہ بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل میں مسلمانوں کی اہم "بیرونی چوکیاں (out posts) ہیں۔

عالم اسلام قدرتی اور انسانی وسائل کی دولت سے مالا مال ہے۔ دنیا بھر کی تقریباً ۶۰ فیصد تیل کی دولت مسلمان ممالک میں ہے۔ مسلم جغرافیائی قطعات میں لوہے، فاسفیٹ، تانبے، ٹینکنیز، ٹن اور ریڈکس وسیع ذخائر ہیں اور یہ علاقہ زرعی اجناس اور مویشیوں کی دولت سے مالا مال ہے۔

[اقتصادی حوالے سے] مسلمان ملکوں کو تین بڑے گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- پہلا گروپ تیل پیدا کرنے والے امیر ممالک کا ہے۔
- دوسرے گروپ میں کثیر آبادی والے وہ ممالک شامل ہیں، جو صنعتی طور پر کافی ترقی یافتہ ہیں اور جن کے پاس وہ طبعی اور افرادی ہیکل اساسی موجود ہے جو اقتصادی اور سماجی پیش رفت کے لیے لازمی ہے۔
- تیسرے گروپ میں وہ باقی ممالک ہیں جو اگرچہ صنعت کاری کے حوالے سے اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں، تاہم وہاں بھی افزائش اور ترقی کے بہت زیادہ امکانات موجود ہیں۔ ایک درجن کے قریب مسلمان ممالک صنعتی طور پر کافی ترقی یافتہ بھی ہیں اور ٹیکنالوجی کی منتقلی میں مدد بھی دے سکتے ہیں۔ اس گروپ میں بہ طور خاص ترکی، پاکستان، ایران، قازقستان، مصر، الجزائر، انڈونیشیا، ملائیشیا اور بنگلہ دیش بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اگرچہ مسلمان ممالک کی باہمی تجارت کچھ زیادہ نہیں ہے، تاہم گزشتہ دو دہائیوں کے دوران ان کے درمیان سرمائے اور ہنرمند افراد کے تبادلے میں مسلسل اضافہ ہوا ہے۔ سرمائے اور افرادی قوت کی منتقلی نے اقتصادی تعاون اور ربط و تعلق کی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ تاریخی طور پر ان کے درمیان بڑے پیمانے پر تجارتی لین دین کی بڑی پختہ روایات موجود ہیں۔

اس دوران میں اہم ادارے وجود میں آئے ہیں جو مسلمان ممالک میں زیادہ بڑے پیمانے پر تعاون کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ ان میں سے مصر، شام، اردن، اور عراق کے درمیان "عرب مشترکہ منڈی" (عرب کاسن مارکیٹ) کا قیام، سعودی عرب، کویت، قطر، بحرین اور متحدہ عرب امارات کے درمیان "خلیج تعاون کونسل" (گلف کوآپریشن کونسل)، ترکی ایران اور پاکستان کے درمیان "اقتصادی تنظیم برائے تعاون" (اکنامک کوآپریشن آرگنائزیشن) کا قیام جس میں وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں بھی شامل ہیں، "بین الاقوامی اسلامی چیمبرز آف کامرس"، "اسلامی ترقیاتی بنک جدہ"، عرب چیمبرز آف کامرس کی یونین، "اسلامی کانفرنس کی تنظیم" اور اس کا "اقتصادی، شماریاتی، سماجی تحقیق اور تربیت کا ادارہ (انقرہ)"، قابل ذکر ہیں۔ نیز مسلمان ممالک میں غیر سودی کاروبار کرنے والے ۶۰ سے زیادہ بنک ہیں جبکہ دنیا بھر میں ان کی ۲۰۰ سے زیادہ شاخیں کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح کئی مسلمان ممالک کے درمیان شرابا کئی کاروبار کے کئی پراجیکٹ زیر عمل ہیں۔ یہ سب ادارے مسلم ممالک کے ایک ابھرتے ہوئے اقتصادی بلاک کی منزل کے اہم نشانات ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں تیل کی قیمتوں کے سلسلے میں جو انقلاب آیا، اس کے نتیجے میں کئی مسلمان ممالک، مالی طور پر انتہائی مستحکم شکل میں سامنے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کا اقتصادی توازن مسلمان ممالک کے حق میں چلا گیا ہے۔ ان مسلمان ممالک کے پاس دولت اور کثیر سرمایہ کی کمی نہیں ہے۔ اس تناظر میں ہمیں دو بنیادی سوالوں کو جانچنا ہے:

- کیا مسلمان آپس میں زیادہ اقتصادی ربط و تعاون اور ایک بلاک کی شکل اختیار کرنے کے لیے کام کریں؟
- اقتصادی مقاصد اور سیاسی حالات کے پیش نظر کیا مسلمان ممالک کے لیے اقتصادی

بلاک کی تشکیل ممکن ہے؟

جہاں تک ان اسٹنگوں کی تعبیر اور اس کے سود مند ہونے کا معاملہ ہے تو کم از کم تین وجوہ کی بنا پر ایک اقتصادی بلاک کی تشکیل ضروری ہے:

۱- دینی، اخلاقی اور نظریاتی حوالوں سے مسلمان ایک امت ہیں۔ ان کے عقیدے اور تاریخ کا تقاضا ہے کہ سیاسی طور پر آزاد اور خود مختار مسلمان ممالک دست تعاون بڑھائیں اور ایک بلاک کی شکل اختیار کریں، جو آگے چل کر پوری مسلم امت کو خود انحصار ترقی میں مدد دے۔

۲- عسکری و دفاعی (اسٹریٹجک) وجوہ کی بنا پر ضروری ہے کہ مسلمان دنیا، مغرب اور اُن غیر اسلامی ممالک پر انحصار کم کرے، جن میں سے بیشتر، مسلم دنیا اور تیسری دنیا کی زبوں حالی کے ذمہ دار ہیں۔ جو آج کے عالمی معاشی نظام، پر گرفت بھی رکھتے ہیں اور اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے اسے جوڑتے توڑتے بھی رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس انداز سے ہوتا ہے کہ مسلمان ممالک اور دیگر ترقی پذیر ممالک کے مفادات پامال ہوتے رہتے ہیں۔ مغربی استعمار کا سیاسی، اقتصادی اور فوجی غلبہ ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک متبادل بلاک وجود میں آئے۔ تیسری دنیا اسے بہت سے اقتصادی، جغرافیائی اور سیاسی وجوہ کی بنا پر ایسا بلاک نہیں بنا سکتی۔ لیکن مسلمان ممالک کے درمیان جغرافیائی قرب اور ثقافتی اور اقتصادی ہم آہنگی ہے۔ لہذا سامراجی "عالمی اقتصادی نظام" سے گلو خلاصی اور مسلم دنیا کی بھرپور ترقی کے لیے حالات کو زیادہ سازگار بنانے کا یہی راستہ ہے۔ یہ مقصد مسلمان ممالک انفرادی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی اضافی قوت بہم پہنچادیں۔ تیل فروخت کرنے والے ممالک کی تنظیم OPEC کے اثرات کو جس طرح کم کر دیا گیا ہے، وہ اس کا بہترین ثبوت ہے۔ اقتصادی استعماریت کے حاتمے کی ایک ہی صورت ہے کہ مسلم دنیا کا آپس میں اقتصادی ربط مضبوط ہو۔

۳- تیسری دنیا کا مستقبل، مسلمان ممالک کے مستقبل سے وابستہ ہے۔ جب تک مسلمان دنیا مربوط بلاک کی منزل نہیں پالیتی، تیسری دنیا کی اذیت ختم نہیں ہوگی۔ یہی بلاک

تیسری دنیا کے ان ممالک کے لیے مثال بنے گا، جو خود بھی ایک بلاک بنانے کے قابل ہیں۔ تاکہ مغرب کے زیر تسلط استحصالی "عالمی اقتصادی نظام" سے چھٹکارا پا سکیں۔ مسلم بلاک، ایک مقابل قوت ثابت ہوگا، جو تیسری دنیا کو نوآبادیاتی آکاس بیل سے حقیقی نجات پانے میں مدد دے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہوگا کہ مسلمان ممالک ایک بلاک کی شکل میں ابھر کر سامنے آئیں۔

درج بالا وجوہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی اقتصادی بلاک کی تشکیل انتہائی ضروری اور سود مند ثابت ہوگی۔

رہا دوسرا سوال کہ اس مقصد کے حصول کے امکانات کیا ہیں؟ تو اس کا جواب درج ذیل وجوہ کی بنا پر اثبات میں ہے:

- ۱- مسلمان ممالک عظیم جغرافیائی علاقائی وحدتوں میں جڑے ہوئے ہیں، جو آپس میں ثقافتی طور پر ہم آہنگ بھی ہیں۔
- ۲- ہوائی، سمندری اور خشکی پر موجود رسل و رسائل کے وسیع سلسلے ہیں جو مسلم دنیا کے باہمی ربط و تعاون کے لیے مؤثر مواصلاتی ڈھانچہ مہیا کرتے ہیں۔
- ۳- مختلف مسلمان ممالک میں موجود بے پناہ وسائل اس بات کی ضمانت ہیں کہ کسی حد تک اقتصادی مسابقت کے ساتھ ساتھ باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی مشکلات کا مداوا بھی کیا جاسکتا ہے۔
- ۴- کئی مالیاتی ادارے (اسلامی اور غیر نظریاتی، دونوں بنیادوں پر) بھی موجود ہیں اور مالی وسائل بھی بیکسر ہیں۔ ان سے وہ مالیاتی نظام تشکیل پاسکتا ہے، جس سے ترقی کا حصول ممکن ہوگا۔
- ۵- مسلم دنیا کے مختلف حصوں میں اعلیٰ تربیت یافتہ، پیشہ ور اور ہنرمند افرادی قوت کی موجودگی نیز مغربی ممالک میں قیام پذیر ایک عظیم ہنرمند مسلم افرادی قوت ملت اسلامیہ کا بہت بڑا اثاثہ ہے۔ ماضی میں مسلم ممالک، مغرب کی طرف فرار ذہانت (brain drain) کے باعث قحط الرجال کا شکار رہے ہیں۔ اب مغرب سے مسلمان ممالک کی طرف ان ذہین اور ہنرمند افراد کی واپسی بہت بڑی قوت کا باعث ہوگی۔

۶- مسلمان ممالک میں موجود مختلف صنعتی مدارج کا حاصل یہ ہے کہ آپس میں ٹیکنالوجی کی منتقلی اور تجربات سے استفادہ ممکن ہے۔

۷- بدرجہ آخر گزشتہ تین دہائیوں میں جو مختلف طرح کے مالیاتی، اقتصادی اور سیاسی ادارے وجود میں آئے ہیں، انھوں نے مسلم دنیا کے اقتصادی بلاک کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اس راہ کی بڑی رکاوٹیں اور مشکلات کیا ہیں؟ ان کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے خیال میں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱- موثر سیاسی خواہش، خودداری پر مبنی فیصلہ سازی کی تڑپ اور نظریاتی سطح پر کٹ منٹ کی عدم موجودگی۔

۲- مسلمان ممالک کو منتشر رکھنے کے لیے مغربی ممالک کی ریشہ دوانیاں اور ان سازشوں کو تقویت بہم پہنچانے کے لیے مسلم ممالک کی مراعات یافتہ اقلیت کا منفی رویہ۔

۳- عسکری و دفاعی رسد (strategic supplies) اور صنعتی ترقی کے لیے مسلمان ممالک کا دنیا کے صنعتی ممالک پر انحصار۔

۴- عسکری و دفاعی (اسٹریٹجک) منصوبہ بندی کے لیے اداروں کا فقدان اور مسلم دنیا کے باہمی اقتصادی پروگرام پر عمل درآمد کرانے والی ضروری مشینری کی عدم موجودگی۔

مسلمانوں کو اسلامی ممالک کی تنظیم (OIC) فیصل فاؤنڈیشن یا ایسی ہی بین الاقوامی مسلم تنظیموں کے تحت اپنا مرکز فکر و دانش (think tank) تشکیل دینا ہوگا، جو "مسلم اقتصادی یونین" کے تصور کو آگے بڑھانے کے لیے باقاعدہ منظم انداز میں کام کرے اور یہ سوچے کہ مختلف رکاوٹیں کیسے دور کی جا سکتی ہیں؟ اس مقصد کے لیے خود اپنے ملکوں کے اندر سیاسی فضا سازگار بنانے کی بھی ضرورت ہے۔

اس سمت میں پیش قدمی کے لیے درج ذیل نئے ادارے بھی تشکیل دینے ہوں گے:

۱- مسلم دنیا میں زراعت اور مویشیوں کی صنعت کی ترقی کے لیے ایک یا کئی کثیر قومی مسلم کارپوریشنوں یا اتھارٹیٹیوں کا قیام۔

۲- ایک یا کئی بین الاقوامی مسلم کمپنیوں کا قیام، جن کا اولین مقصد مسلم دنیا میں اقتصادی وسائل کی ترقی ہو۔ یہ کمپنیاں خاص طور پر خوراک، حلال چرند و پرند کی افزائش، ماہی



پروری، قدرتی وسائل کی ترقی، اشیائے صرف کی صنعتوں، بہاری صنعتوں اور دفاعی صنعت پر توجہ مرکوز رکھیں۔ فی الحقیقت ان سب دائروں میں کام کے لیے کئی کارپوریشنیں تشکیل دی جاسکتی ہیں۔

۳- ایک مسلم بین الاقوامی سرمایہ کاری منڈی (capital market) کا قیام۔

۴- مسلم ممالک کی مروجہ کرنسیوں کو ڈالر، پاؤنڈ اور ایس ڈی آر کے حلقہ اثر سے نکال کر ایک مشترکہ اسلامی دینار کی ترویج۔ مزید یہ کہ بدلتے ہوئے شرح مبادلہ اور بین الاقوامی مالیاتی عدم استحکام کے جو بڑے اثرات پڑتے ہیں، ان کے ازالے کے لیے ضروری اقدامات۔

۵- جہاز رانی، ہوائی کارگو اور ٹینگر سروس کے لیے مشترکہ کمپنیوں اور دوسری ٹرانسپورٹ صنعتوں اور ایجنسیوں کا قیام۔

۶- بنکاری اور انشورنس کے لیے مشترکہ منصوبوں کی ترقی۔

۷- مسلم دنیا کے لیے ایک ٹیکنالوجی بینک اور کئی میکینیکل یونیورسٹیوں یا اداروں کا قیام، تاکہ مستقبل کے لیے مناسب ہنرمند اور پیشہ ور افرادی قوت تیار آتی رہے۔

۸- مسلم دنیا میں دو طرفہ یا کثیر جہتی تجارتی روابط کی تشکیل اور ترجیحی ٹیرف کے اصول پر بنی ایک یا زیادہ کسٹم یونینوں کا قیام۔

۹- مسلمان ممالک کے درمیان لین دین دین کے قانونی اور کاروباری معاہدے، تاکہ دوہرے ٹیکسوں اور اقتصادی تعاون کی دیگر رکاوٹوں کا ازالہ ہو۔

۱۰- مسلمان حکومتوں اور نجی اداروں کی سطح پر مشترکہ کاروباری منصوبوں پر عمل۔

۱۱- اسلامی ترقیاتی بینک کے معاون و مددگار کے طور پر ایک "مسلم ترقیاتی فنڈ" (MDF) کا قیام، جو مسلم ممالکوں اور عوام کی مدد سے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اور آمدنی رقوم کو رو بہ حرکت لائے اور اس کے ذریعہ غریب ترین مسلم ممالک میں نجلی سطح پر اقتصادی خوشحالی لائے اور غربت کے خاتمے کے پروگرام پر عمل کرے۔

۱۲- یونیورسٹیوں، تحقیقاتی، فنی اور دیگر پیشہ وارانہ تعلیمی اداروں کے درمیان بڑے پیمانے پر تعاون اور تعامل (coordination) کی روایت کو بڑھانے اور مضبوط بنانے کے

اقدامات، تاکہ مسلم ممالک کے تعلیمی اور تحقیقی پروگراموں میں ربط و ضبط بڑھے اور  
بیشتر مسلم طلبہ اور محققین، مسلم دنیا کے اندر ہی ریسرچ کارہ سکیں۔

## خلاصہ کلام

دنیا بھر کے مسلمان، مغربی ترقیاتی ماڈل سے مایوس اور بے زار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ماڈل، غیر اخلاقی مادی افزائشی فلسفہ پر مبنی ہے اور اس کی گہری جڑیں مغربی ثقافتی افکار و نظریات میں پیوست ہیں۔ اس ماڈل کی حکمت عملی سراسر مادی ہے، جو مسلم طرز حیات اور تاریخی روایات کے لیے قطعی طور پر اجنبی ہے۔ جب تک مادی ترقی اور روحانی اقدار کو باہم مربوط نہیں کیا جاتا اور اقتصادی اور سماجی طور طریقے اس انداز سے بدلے نہیں جاتے کہ غیر مشروط عدل اور غیر متعصبانہ رویوں کی ضمانت مل سکے، اس ماڈل کے لیے مسلم ذہن کے فاصلے برقرار رہیں گے اور اجنبیت ختم نہیں ہو سکے گی۔

مغرب کا ترقیاتی ماڈل اپنے اطوار اور اپنی اقدار کو سوچ سمجھ کر دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرتا ہے، جنہیں "جدیدیت" (modernism) کے لوازم کے طور پر برحق سمجھا جاتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ماڈل اسلامی عقیدہ، اسلامی تہذیب اور امت مسلمہ کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ کیونکہ اس کے محرکات، سماجی ادارے، تعلقات و روابط اور مالی لین دین کے پیمانے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ چنانچہ مغرب کی اس ہمہ گیر یلغار کے خلاف جو کہ ثقافتی استعمار کا ایک ہتھیار ہے، مسلم دنیا میں کبھی بھی مزاحمت ختم نہیں ہوگی ان شاء اللہ، کیونکہ زندہ اور جان دار اسلامی تہذیب شکست تسلیم نہیں کر سکتی۔

یقیناً مادی ترقی کے لیے مغربی یا نیم مغربی ماڈلوں نے مسلم معاشروں میں پیش رفت کی جو جولانیاں دکھائی ہیں، اس کے اثرات مسلم معاشروں کی کئی طبقاتوں کی تقسیم سے واضح ہیں۔ جہاں اب جدید کے مقابل روایتی، آزاد خیالوں کے مقابل ہدامت پسند، شہریوں کے مقابل دیہاتی اور امیر کے مقابل غریب وغیرہ جیسی تفریق موجود ہے۔ اور یہ سب کچھ

مسلمان معاشروں میں موجود مراعات یافتہ مغرب زدہ اقلیت اور مغرب کی باہمی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ ہے۔ مسلم علاقوں میں عمومی محرومی اور غربت ہے۔ نتیجتاً عظیم مسلم اکثریت کی طرف سے نفرت اور بے زاری، سماجیثنویت (dualism) اور روز افزوں تناؤ اور تصادم کی بھٹی سلگ رہی ہے۔ ہر کیفیت یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک مثبت تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا ہے، اس تناظر میں عمومی طلب اور خواہش کا آئینہ دار آخری فیصلہ اب زیادہ دور نہیں۔  
ان شاء اللہ۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ مغربی تہذیب اور اس کے سرمایہ دارانہ چلن کو خود داخلی طور پر بھی چیلنجوں کا سامنا ہے، اور ایک طرح کا ثقافتی رد عمل شروع ہو چکا ہے، نیز اس حقیقت کے پیش نظر کہ کمیونزم کے ۷۰ سالہ تجربے کا انجام تباہی کی صورت میں سامنے آیا، ایک عالمی طلب اور تڑپ سامنے آرہی ہے کہ ترقی کی ایک نئی اسٹریٹیجی اور حکمت عملی آزمائی جائے، جو مادی خوشحالی اور روحانی قدروں کا ایک عادلانہ استراج ہو، اور اقتصادی اور سماجی نظم میں ربط اور اتحاد کی آئینہ دار ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کا مستقبل یقینی طور پر اسلام پر منحصر ہے۔ یہ جائزہ مسلمانوں کے لیے باعث فخر بھی ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بہت بڑا چیلنج بھی ہے۔ اس کا زیادہ تر انحصار اب اس بات پر ہے کہ اُمت مسلمہ اس چیلنج کو کس انداز اور حوصلے سے قبول کرتی ہے؟ اس چیلنج کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مسلم اُمت آگے بڑھ کر زمین پر اللہ کی نیابت (Vicegerency) کا فرض ہاتھ میں لے اور اُمت وسط کے طور پر انسانیت کو وہ عادلانہ نظام فراہم کرے، جس کا نتیجہ سارے انسانوں کے لیے سراسر خیر و برکت ہو۔ مسلم دنیا کے لیے نظریاتی اور عسکری و دفاعی دونوں وجوہ سے یہ لازمی ہے کہ اُس مغرب اور غیر مسلم دنیا پر انحصار کم کرے، جس کے ہاتھ میں موجود عالمی اقتصادی نظام کی باگ ڈور ہے۔ جو اس نظام کو من پسندانہ انداز میں توڑ مروڑ کر مسلمانوں اور تیسری دنیا کے عوام کے مفادات کے خلاف استعمال کرتی رہتی ہے۔ مغربی غلبہ و استیلا کو ختم کرنے کے لیے ایک متبادل اقتصادی بلاک وجود میں لانا ضروری ہے۔

مسلم خطہ ارض میں جو ثقافتی یک جہتی اور جغرافیائی اور اقتصادی تعاون کے عوامل موجود ہیں، وہ ایسے ایک بلاک کی تشکیل کا بہترین موقع فراہم کر رہے ہیں۔ اگر اقتصادی نو

آبادیاتی تسلط کا خاتمہ مطلوب ہے تو یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ مسلم دنیا کو ایک بلاک کی صورت میں مربوط کر دیا جائے۔ کیونکہ انفرادی کوششوں کے نتیجے میں کوئی ایک یا چند ممالک عالمی سطح پر کوئی اثر ڈالنے کے بجائے خود ہی یکہ و تنہا بن کر رہ جائیں گے۔



## ضمیمہ

### مسلم ممالک کا اقتصادی و سماجی جائزہ (شماریاتی)

مسلم دنیا کے ۵۶ ممالک کے اقتصادی اور سماجی حالات کا ایک شماریاتی جائزہ ۱۱ جدولوں کی صورت میں دیا جا رہا ہے، جغرافیائی ترتیب اور یکسانیت کو پیش نظر رکھ کر، مسلم دنیا کے چار بڑے قطعات (زون) بنائے گئے ہیں تاکہ رابطے اور تعاون کی کڑیوں کو سمجھنے میں آسانی ہو: زون نمبر ایک میں افریقہ کے مسلمان ممالک شامل ہے۔ زون نمبر دو ایشیا (۱) پر مشتمل ہے، جس میں پاکستان، وسطی ایشیا کے مسلم ممالک اور مشرق وسطیٰ شامل ہیں۔ اسی طرح زون نمبر تین کو ایشیا (۲) کا نام دیا گیا ہے، جس میں جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان ممالک آتے ہیں۔ زون نمبر چار میں یورپ کے مسلم ممالک، البانیہ، بوسنیا اور مقدونیا شامل ہیں۔ یورپی مسلم ممالک اور وسطی ایشیا کے نو آزاد مسلم ممالک کے متعلق بیشتر کوائف دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ایک تخمینی ضرور محسوس ہوگی۔ اس شماریاتی جائزہ میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ جائزہ میں شامل ممالک کے بارے میں کسی خاص شعبہ سے متعلق معلومات ایک ہی سال کے ہوں، لیکن جہاں ایسا ممکن نہ تھا تو سین میں متبادل (سال) درج کر دیا گیا ہے یا حواشی میں حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اس شماریاتی جائزے کی تیاری میں درج ذیل ماخذ سے استفادہ کیا گیا:

- ۱- ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ ۱۹۹۳ء
- ۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ، ۱۹۹۱ء (ترکی)
- ۳- دی ملٹری بیلنس ۱۹۹۳ء - ۹۵ء (انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسٹریٹجک اسٹڈیز)

۳- دی ورلڈ بینک اٹلس ۱۹۹۳ء

ذیل میں ہر جدول سے متعلق اہم نکات کا خلاصہ دیا جا رہا ہے۔

### جدول ۱- آبادی

وسط ۱۹۹۲ء میں افریقی مسلمان ممالک کی آبادی ۳۵۳ ملین، ایشیا - I کی ۴۰۰ ملین، ایشیا - II کی ۳۱۸ ملین اور یورپی ممالک کی نو ملین تھی۔ آخری زون کو چھوڑ کر مسلم دنیا تین ایسے جغرافیائی خطوں میں بٹی ہوئی ہے جہاں رقبے کے فرق سے قطع نظر قریب قریب برابر کی آبادی موجود ہے۔

یورپی اور نو آزاد وسط ایشیائی ممالک کے علاوہ باقی ہر ملک میں شرح افزائش بیشتر ۲.۰ فی صد سے زیادہ بلکہ اوسطاً ۳.۰ فی صد کے قریب ہے۔ استثنائی صورتوں میں ۵.۰ اور ۶.۰ فی صد بھی ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ان چند چھوٹے ممالک کی یہ اونچی شرح کل مسلم آبادی کو زیادہ متاثر نہیں کر سکتی۔

دنیا کی آبادی وسط ۱۹۹۲ء میں تقریباً ساڑھے پانچ ارب تھی جس میں ۲۰ فی صد مسلمان تھے۔ واضح رہے کہ مسلم ممالک میں موجود غیر مسلم اقلیتیں اور باقی دنیا میں پھیلی ہوئی مسلمان اقلیتیں اس میں شامل نہیں ہیں۔ اضافے کی شرح زیادہ ہونے کی وجہ سے افرادی قوت کا یہ توازن ہر سال مسلمان ممالک کے حق میں ہوتا جا رہا ہے۔

سوائے چند چھوٹے ممالک (کوموروز، بحرین، مالڈیپ) کے جہاں کثافت آبادی زیادہ ہے اور یہ استثنائے بشکے دیش جہاں یہ کثافت ۱۹۹۲ء میں ۸۰۵ تھی، باقی سبھی ممالک میں رقبوں کی وسعت کی بنا پر آبادی کی کثافت مناسب بلکہ موزوں حد تک کم ہے۔ گویا مسلمان ممالک میں اقتصادی ترقی اور افزائش کے بے پناہ امکانات موجود ہیں۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم دنیا میں بین المملکتی سطح پر اور ان ممالک میں اندرونی سطح پر بھی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے، آبادی کی آزادانہ نقل و حرکت کو ہر ممکن حد تک آسان بنا دیا جائے۔

آبادی کی موجودہ کیفیت اور شرح اضافہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی وسائل کی ترقی



اور سماجی شعبہ میں تعلیم اور صحت و صفائی کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے بہت زیادہ کوششیں کرنا پڑیں گی۔

متوقع عمروں کے حوالے سے سوائے چند ممالک کے باقی ہر جگہ صورت حال حوصلہ افزا نہیں جو صحت عامہ سے متعلق ہیکل اساسی کی کمی اور حکومتوں کی غفلت شعاری کا واضح اشارہ ہے۔

### جدول ۲- معیشت

کل قومی پیداوار میں صنعت کے مقابلے میں زراعت کا حصہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان ممالک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار اب بھی زراعت پر ہے۔ قابل ذکر استثنا ترکی ہے جہاں کافی بڑے قابل کاشت رقبے اور ترقی یافتہ مشینی زراعت کے باوجود صنعتی شعبہ نے مناسب ترقی کی ہے۔

کل ملکی پیداوار میں سالانہ اضافہ کی شرح ۲۶ ممالک میں سے ۱۴ میں ۳۰۰ فی صد یا اس سے زیادہ (بیشتر ۶۰۰ فی صد سے نیچے) اور باقیوں میں کم ہے۔ اوسط اضافہ قریباً اتنا ہی بنتا ہے جتنا آبادی میں اضافہ کی اوسط شرح ہے۔ شعبہ جاتی نمو کے حوالے سے زراعت کی شرح نمو کل قومی پیداوار میں نسبتاً زیادہ ہے لیکن خود کفالت کے نقطہ نظر سے مایوس کن ہے۔ فی کس آمدنی کی کیفیت یہ ہے کہ ۳۹ ممالک میں سے (جن کے کوآئف میسر ہیں)، دس ممالک غریب ہیں یعنی ان کی فی کس آمدنی ۴۰۰ ڈالر سے کم ہے۔ ۴۰۰ ڈالر سے ۱۰۰۰ ڈالر آمدنی والے نچلی متوسط سطح کے ممالک گیارہ ہیں۔ آٹھ ممالک میں آمدنی ۱۰۰۰ تا ۲۰۰۰ ڈالر فی کس تک ہے اور یوں وہ اونچے متوسط سطح کے شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰۰۰ ڈالر فی کس سے اوپر آمدنی والے امیر ممالک کی تعداد دس ہے۔ اس طرح چار سطحات میں اسلامی ممالک کی تقسیم قریباً برابر ہے۔

### جدول ۳- زراعت

اگرچہ اسلامی ممالک کی معیشتوں کا زیادہ انحصار زراعت پر ہے لیکن محض چند ممالک

میں ہی یہ شعبہ کچھ ترقی یافتہ ہے۔ کل رقبہ اور زیر کاشت رقبہ دیکھیں تو مسلمان ممالک ساری دنیا کو خوراک اور دیگر زرعی ایشیا مہیا کر سکتے ہیں لیکن زرعی تجارت کا ۱۳ بلین ڈالر کے قریب سالانہ خسارہ بتا رہا ہے کہ مسلمان ممالک میں زراعت پر مناسب توجہ نہیں دی جا رہی۔ خوراک میں خود کفالت بہت اہم مسئلہ ہے لیکن ۱۹۷۹ء - ۸۱ء کے مقابلے میں گزشتہ چودہ پندرہ برس کی کارکردگی دیکھیں تو کل ۲۱ ممالک میں سے ۱۱ ممالک میں حقیقتاً کمی ہوئی۔ چار ممالک قریب قریب وہی سطح برقرار رکھ سکے اور محض چھ میں کچھ اضافہ ہو۔ اس طرح مجموعی طور پر مسلمان ممالک کا خوراک کے لیے انحصار باقی دنیا پر بڑھتا گیا۔ جنگلات کے حوالہ سے بھی افریقہ میں کیمیرون، گابون، گنی اور سوڈان اور ایشیا میں ملائیشیا، انڈونیشیا، ایران اور ترکی کے علاوہ باقی قریب قریب سبھی ممالک کافی پیچھے ہیں حالانکہ ان ممالک میں رقبہ کی کمی نہیں ہے۔

### جدول ۵، ۳ - بین الاقوامی تجارت

بیرونی تجارت کے حوالے سے بیشتر صورت حال دگرگوں ہے۔ چند تیل پیدا کرنے والے امیر ممالک کو چھوڑ کر دیکھیں تو ہر جگہ توازن ادائیگی میں خسارہ کا سامنا ہے۔ برآمدات میں زیادہ انحصار خام مال پر ہے اور درآمد زیادہ تر صنعتی ایشیا کی ہوتی ہے۔ اس طرح اپنا مال کم قیمت پر جاتا ہے اور درآمدی مال زیادہ لاگت سے آتا ہے۔ چند ممالک (بنگلہ دیش، پاکستان، مصر، ترکی اور تیونس) صنعتی ایشیا ضرور درآمد کرتے ہیں لیکن ان کا متحدہ حصہ ٹیکسٹائل سے متعلق ہے۔ جن ممالک میں تیل پیدا نہیں ہوتا، ان کا درآمدی بل زیادہ تر تیل ہی کا ہوتا ہے۔ اسلٹک کاسٹ مارکیٹ کے حوالے سے منعقدہ بین الاقوامی سیمینار (دسمبر ۱۹۹۳ء، ایوب الرحمان بھویاں، بنگلہ دیش) کی ایک رپورٹ کے مطابق، سعودی عرب، ایران اور انڈونیشیا جیسے تیل درآمد کرنے والے بڑے ممالک کو بھی منفی توازن ادائیگی کا سامنا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں زر مبادلہ کے ذخائر چند امیر ممالک کو چھوڑ کر ہر جگہ بہت کم تھے اور ۲۵ میں سے ۱۲ ممالک میں تین ماہ کی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتے تھے۔ مذکورہ رپورٹ میں تجارت کے رخ کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ مسلمان ممالک کا زیادہ انحصار ترقی یافتہ صنعتی ممالک پر ہے۔ صرف آٹھ ممالک ایسے تھے جو اپنی برآمدات کا آدھا یا اس سے کچھ زیادہ

زنی پذیر ممالک کو بھیجتے تھے۔ درآمدات میں صرف بحرین اور مالدیپ ایسے دو ممالک ہیں جو پچاس فی صد یا زیادہ کی اشیا ترقی پذیر ممالک سے منگواتے ہیں ورنہ باقی سب ترقی یافتہ ممالک کے محتاج ہیں۔ غرض اسلامی ممالک کی آپس کی تجارت بہت کم ہے۔

### جدول ۶۔ بیرونی قرضے

مسلمان ممالک پر بیرونی قرضوں کا بوجھ خطرناک حد تک زیادہ ہے۔ اور ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۲ء کا فرق بتا رہا ہے کہ اس بوجھ میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ بیرونی قرضے کو ملکی برآمدات یا کل قومی پیداوار کے فی صد کے طور پر دیکھیں تو صورت حال بے حد اذیت ناک لگتی ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر کے حوالے سے سوڈان، سیرالیون، سینی گال اور کیسیروں کی حالت یہ تھی کہ ایک ماہ کی ضرورت کے لیے رقم موجود نہ تھی لیکن ۱۹۹۲ء کے اعداد کے مطابق ان ممالک پر واجب الادا بین الاقوامی قرض ۱۶۵۸۹ ملین ڈالر تھا۔ چند دوسرے بڑے قرضوں والے ممالک کی کیفیت کچھ یوں تھی:

۱۔	انڈونیشیا	۸۴۳۸۵	ملین ڈالر
۲۔	ترکی	۵۴۷۷۲	ملین ڈالر
۳۔	مصر	۴۰۰۱۸	ملین ڈالر
۴۔	الجزائر	۲۶۳۴۹	ملین ڈالر
۵۔	پاکستان	۲۴۰۷۲	ملین ڈالر
۶۔	لائبیا	۱۹۸۳۷	ملین ڈالر
۷۔	شام	۱۶۴۸۱	ملین ڈالر
۸۔	بنگلہ دیش	۱۳۱۸۹	ملین ڈالر

گویا صرف آٹھ ممالک پر بیرونی قرضہ ۲۷۹ ارب ڈالر سے زیادہ تھا۔ ان اعداد میں ملکی اندرونی قرضوں کا کوئی ذکر نہیں۔ انہیں شامل کر کے دیکھا جائے تو بڑی ہولناک تصویر بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملکی وسائل اور برآمدی تجارت کا بہت بڑا حصہ قرضوں اور سود کی ادائیگی میں کھپ جاتا ہے اور جاری اور ترقیاتی اخراجات کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ پاکستان کے ۱۹۹۵ء

۹۶۔ کے بجٹ میں قرض کی ادائیگی کے لیے مختص رقم (۱۵۷ بلین روپے) کو محاصل کے مقابل رکھ کر دیکھا جائے تو باب فکر کی یہ تشبیہ بروقت لگتی ہے کہ اب دفاع کے لیے بھی قرض لینا پڑے گا۔ زیادہ قرضوں والے بیشتر مسلمان ممالک کی کیفیت پاکستان سے مختلف نہیں۔

### جدول ۷، ۸۔ ہیکل اساسی اور توانائی

ہیکل اساسی سماجی ہو یعنی تعلیم اور صحت وغیرہ سے متعلق یا پیداواری یعنی توانائی اور رسل و رسائل سے متعلق، مسلمان ممالک کی اکثریت کی تصویر قابل فخر نہیں۔ آبادی کی ضرورت کے لحاظ سے تعلیمی ادارے اور صحت کی سولتیں بہت کم ہیں۔ رقبے کی مناسبت سے ٹرانسپورٹ نیٹ ورک، معیار اور مقدار دونوں میں کم ہے۔ فضائی اور سمندری سلسلے بھی اتنے ترقی یافتہ نہیں جتنے ہونے چاہئیں۔ فی کس توانائی کی کھپت بیشتر ملکی پیداوار سے زیادہ لیکن معیار مطلوب سے بہت کم ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ توانائی کے لیے زیادہ انحصار درآمد پر ہے۔ خوش قسمتی سے تیل وہ شعبہ ہے جو زیادہ تر مسلمان ممالک کے پاس ہے۔ لہذا اس حوالہ سے مسلمان ممالک کے تجارتی روابط مناسب ہیں البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ امیر مسلمان ممالک نہ صرف غریب مسلمان ممالک کی ضروریات پوری کریں بلکہ تیل کے درآمدی بل میں ایسی سولتیں دیں کہ ان کے درآمدی بل کے ناقابل برداشت بوجھ میں کچھ کمی واقع ہو۔

### جدول ۹۔ حکومتی اخراجات

حکومتی اخراجات کے حوالہ سے بہت کم اعداد و شمار میسر ہیں اس لیے پوری مسلم دنیا کی صحیح تصویر سامنے نہیں آرہی البتہ میسر اعداد و شمار سے اشارہ ملتا ہے کہ بیشتر حکومتوں کے بجٹ خسارے کے ہیں جو کل قومی آمدنی کا اچھا خاصی صد بنتے ہیں۔ جہاں سماجی شعبوں کے لیے ضرورت کے مطابق مناسب رقوم میا نہیں کی جا رہی ہیں، وہیں دفاع سے بھی بالعموم غفلت برتی جا رہی ہے۔ چند ممالک جو دفاع پر پوری توجہ دینے کی کوشش کر رہے

ہیں، مالی اور اقتصادی لحاظ سے کمزور پوزیشن میں ہیں۔ مسلم دنیا کے مشترکہ دفاع کے حوالہ سے غور و فکر اور مناسب حکمت عملی کے نتیجے میں ان فرنٹ لائن ممالک کا بوجھ بانٹا جاسکتا ہے تاکہ ان کے ملکی وسائل دوسرے سماجی اور اقتصادی شعبوں کی طرف منتقل ہو سکیں۔

### جدول ۱۰، ۱۱- سماجی حالت (تعلیم و صحت)

مرکزی حکومت کے اخراجات کے حوالہ سے اوپر یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ تعلیم اور صحت کو مناسب توجہ نہیں مل رہی۔ جدول ۱۰ میں دی گئی بہت سے ممالک کی اونچی شرح ناخواندگی اس کا ایک ثبوت ہے اور یہی مسلمان ممالک کی پس ماندگی کی وجہ بھی ہے۔ جن چند ممالک کے کوائف میسر ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم پر حکومتوں کا خرچ معیاری نہیں لیکن کسی حد تک مناسب ضرور ہے، تاہم شرح خواندگی اور پست معیار تعلیم کا تقاضا ہے کہ اس شعبہ میں بہت زیادہ کوشش اور پیش رفت ہو اور وسائل کا زیادہ سے زیادہ مفید استعمال ہو۔ صحت عامہ کی سولتیں اور صورت حال بھی قطعاً تسلی بخش نہیں۔ آبادی کے لحاظ سے ڈاکٹر اور نرسیں کم ہیں۔ اموات اطفال کی شرح کافی اونچی ہے اور بچوں کی اچھی خاصی تعداد کم غذائیت کی شکار ہے۔ کوائف اس شعبہ کے ضمن میں بھی بہت کم ملکوں کے میسر ہیں۔ جو ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیم کے مقابلہ میں اس شعبہ پر اخراجات کے حوالہ سے توجہ اور بھی کم ہے۔

### عمومی نوٹ

مسلم ممالک رقبے، آبادی اور قدرتی وسائل کے لحاظ سے خوش قسمتی کی حد تک مالا مال ہیں۔ لیکن تعلیم و تحقیق، سائنس اور ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت اور رسل و رسائل کے میدانوں میں امکانات کی وسعت کے باوجود پس ماندہ ہیں۔ جہاں کچھ ترقی ہوئی بھی ہے تو وہ غیر متوازن ہے۔ ملی ربط و تعلق کی شعوری کوششوں کا آغاز تو ہو چکا ہے جو گونا گوں علاقائی اداروں اور انجمنوں کی تشکیل سے ظاہر ہے لیکن یہ شمول او آئی سی ان اداروں کی کارکردگی اپنا بھرپور اثر ظاہر نہیں کر پائی۔ مسلمان ممالک کا مفاد بالخصوص اور تیسری دنیا کے ترقی پذیر

ممالک کا فائدہ بالعموم اسی میں ہے کہ آپس کا ربط بڑھایا جائے جو بالآخر ایک بڑے معاشی بلاک کی تشکیل پر منتج ہو۔ اس سے استحصالی قوتوں کی حوصلہ شکنی ہوگی اور مساویانہ طور پر تعاون اور اشتراک کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

- جدول ۱ — آبادی اور افرادی قوت  
جدول ۲ — معیشت  
جدول ۳ — رقبہ اور زراعت  
جدول ۴ — بین الاقوامی تجارت: ایشیا کی نوعیت اور حصہ  
جدول ۵ — بین الاقوامی تجارت اور شرح نمو  
جدول ۶ — بیرونی قرضے  
جدول ۷ — ہیكل اساسی (INFRASTRUCTURE)  
جدول ۸ — صنعتی توانائی  
جدول ۹ — مرکزی حکومت کے اخراجات  
جدول ۱۰ — تعلیم  
جدول ۱۱ — صحت عامہ اور شرح اموات

## جدول ۱- آبادی اور افرادی قوت

نمبر شمار الملک	آبادی		آبادی پر لحاظ سیکٹر		متوقع عمر		
	(تعداد ملین)	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد)	دیہی آبادی (فی صد)	شہری آبادی (فی صد)			
	وسط ۱۹۹۲ء	۹۲-۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء		
۱	الجزائر	۲۶	۲.۸	۴۶	۵۳	۱۰	۶۷
۲	بینن	۵	۳.۱	۶۰	۲۰ (۱۹۸۸)	۳۰	۵۱
۳	برکینافاسو	۱۰	۲.۶	۸۳	۱۷	۳۱	۴۸
۴	کیمرون	۱۲	۲.۸	۵۸	۴۲	۲۳	۵۶
۵	چاڈ	۶	۲.۳	۶۶	۳۳	۳	۴۷
۶	کوموروز	۰.۵	۳.۷	-	-	۲۲۶	۵۶
۷	جیبوتی	۰.۵	۲.۹	-	-	۱۶	۴۹
۸	مصر	۵۵	۲.۳	۵۶	۴۳	۵۴	۶۲
۹	اریٹریا	۳	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	۱	۲.۷	۵۳	۴۷	۳	۵۳
۱۱	گینیا	۱	۳.۲	-	-	۸۱	۴۵
۱۲	گنی	۶	۲.۶	۷۳	۲۷	۲۱	۴۳
۱۳	گنی بساؤ	۱	۱.۹	۷۹	۲۱	۳۳	۴۹
۱۴	لیبیا	۵	۳.۶	۳۲	۶۸	۲	۶۳



افزادی قوت لیسر فورس					
کلی لیسر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء	خواتین لیسر فورس (کلی لیسر فورس کا فی صد) ۱۹۹۲ء	زرعی لیسر فورس (کلی لیسر فورس کا فی صد) ۱۹۸۸ء <sup>۱</sup>	لیسر فورس (مٹین) ۱۹۹۲ء	۱۵-۲۳ سال عمر کی آبادی (مٹین) ۱۹۹۲ء	
۳.۷	۱۰	۲۵	۶	۱۳	
۲.۲	۳۷	۶۳	۲	۳	
۲.۳	۳۶	۸۵	۳	۵	
۱.۹	۳۳	۶۳	۵	۶	
۱.۹	۳۱	۷۷	۲	۳	
-	۳۰	۸۰	۰.۱ (۱۹۸۸)	-	
-	-	-	-	-	
۲.۶	۱۰	۳۲	۱۵	۳۱	
-	-	-	-	-	
۰.۷	۳۷	۶۹	۱	۱	
-	۳۰	۶۶	-	-	
۱.۷	۳۹	۷۶	۳	۳	
۱.۳	۳۰	۸۰	۰	۱ (کم)	
-	۱۰	۱۳	-	-	

نمبر شمار الملک	آبادی		آبادی بر لحاظ سیکٹر		کثافت آبادی		متوقع عمر
	(تعداد ملین)	اوسط سالانہ اضافہ (فی صد)	دیہی آبادی (فی صد)	شہری آبادی (فی صد)	(بر لحاظ کل رقبہ)	(سالوں میں)	
	وسط ۱۹۹۲ء	۹۲-۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	
۱۵	۹	۲۰۶	۷۵	۲۵	۷	۳۸	مالی
۱۶	۲	۲۰۳	۵۰	۵۰	۲	۳۸	ماریطانیہ
۱۷	۲۶	۲۰۵	۵۳	۴۷	۳۳	۲۳	مراکش
۱۸	۸	۳۰۳	۷۹	۲۱	۵	۳۶	نائیجر
۱۹	۱۰۲	۳۰۰	۶۳	۳۷	۱۱۶	۵۲	نائیجیریا
۲۰	۸	۲۰۹	۵۹	۴۱	۳۷	۳۹	سینی گال
۲۱	۳	۲۰۳	۹۵	۵	۵۵	۳۳	سیرالیون
۲۲	۸	۳۰۱	۷۵	۲۵	۱۱	۳۹	صومالیہ
۲۳	۲۷	۲۰۷	۷۷	۲۳	۱۰	۵۲	سوڈان
۲۴	۸	۲۰۳	۳۳	۵۷	۵۰	۲۸	تیونس
۲۵	۱۸	۲۰۶	۹۶	۳۰	۸۶	۳۳	یوگنڈا
ایشیا (۱)							
۲۶	۲۲	۲۰۵	۷۹	۲۱ (۱۹۸۸)	۲۳	۳۳	افغانستان <sup>۳</sup>
۲۷	۷	۱۰۰	-	-	۸۱	۷۱	آذربائیجان <sup>۳</sup>
۲۸	۱	۳۰۲	۲	۹۸ (۱۹۸۸)	۷۷	۷۰	بحرین <sup>۳</sup>
۲۹	۰.۱۳	-	-	-	-	-	قبرص
۳۰	۶۰	۳۰۵	۳۲	۵۰	۳۲	۶۵	ایران

افزادی قوت الیبر فورس					
کلی لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد) ۱۹۸۰-۹۲ء	خواتین لیبر فورس (کلی لیبر فورس کا فی صد) ۱۹۹۲ء	زرعی لیبر فورس (کلی لیبر فورس کا فی صد) ۱۹۸۸ء <sup>۱</sup>	لیبر فورس (ملین) ۱۹۹۲ء	۱۵-۶۳ سال عمر کی آبادی (ملین) ۱۹۹۲ء	
۲.۶	۱۶	۸۲ -	۳	۳	
۲.۸	۲۳	۶۶	۱	۱	
۳.۲	۲۱	۳۸	۸	۱۵	
۲.۴	۴۶	۸۸	۴	۴	
۲.۷	۳۳	۶۶	۴۴	۵۲	
-	-	۷۹	۳	۴	
۱.۲	۳۲	۶۴	۱	۲	
۱.۷	۳۸	۷۲	۲	۴	
۲.۹	۲۲	۶۴	۹	۱۴	
۳.۰	۲۵	۴۶	۳	۵	
۲.۸	۴۱	۸۲	۹	۹	
-	۹	۵۳	-	-	
-	-	-	-	-	۵
-	۱۰	۲	-	-	-
-	-	-	-	-	-
۳.۲	۱۹	۲۹	۱۶	۳۰	

نمبر شمار الملک	آبادی		آبادی بر لحاظ سیکٹر		کثافت آبادی		متوقع عمر
	(تعداد اولین)	اوسط سالانہ	دیہی آبادی	شہری آبادی	(بر لحاظ کل رقبہ)	(سالوں میں)	
	وسط ۱۹۹۲ء	۱۹۸۰-۹۲ء	(فی صد) ۱۹۹۲ء	(فی صد) ۱۹۹۲ء			
۳۱	۲۰	۳۰۳	۲۷	۷۳ (۱۹۸۸)	۳۰	۶۳	عراق <sup>۳</sup>
۳۲	۳	۳۰۹	۳۱	۶۹	۳۱	۷۰	اردن
۳۳	۱۷	۱۰۱	-	-	-	۶۸	قازقستان
۳۳	۳	۱۰۸	-	-	۲۰	۶۶	کرغیزیزہ
۳۵	۲	-۲۰۳	۵	۹۵	۱۰۹	۷۵	کویت <sup>۳</sup>
۳۶	۳	۲۰۳	۱۸	۸۲	۲۷۷	۶۶	لبنان <sup>۳</sup>
۳۷	۲	۳۰۳	۸۸	۱۲	۵	۷۰	اومان
۳۸	۱۱۹	۳۰۱	۶۷	۳۳	۱۳۲	۵۹	پاکستان
۳۹	۲	-	-	-	۳۵	-	فلسطین <sup>۳</sup>
۴۰	۱	۶۰۰	-	-	۳۰	۷۱	قطر <sup>۳</sup>
۴۱	۱۷	۳۰۹	۲۲	۷۸	۶	۶۹	سعودی عرب
۴۲	۱۳	۳۰۳	۳۹	۵۱	۶۱	۶۷	شام
۴۳	۶	۲۰۸	-	-	۳۲	۶۹	تاجکستان
۴۳	۵۹	۲۰۳	۳۶	۶۳	۶۹	۶۷	ترکی
۴۵	۳	۲۰۵	-	-	۸۲	۶۶	ترکمنستان
۴۶	۲	۳۰۰	۱۸	۸۲	۱۸	۷۳	عرب امارات
۴۷	۲۱	۲۰۵	-	-	-	۶۹	ازبکستان

افزادی قوت الیبر فورس				
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۸ء	۱۹۹۲ء	۶۳-۱۵ سال عمر کی آبادی (ملین)
کلی الیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد)	خواتین الیبر فورس (کلی الیبر فورس کا) (فی صد)	زرعی الیبر فورس (کلی الیبر فورس کا) (فی صد)	الیبر فورس (ملین)	
-	۲۲	۲۲	-	-
۳.۳	۱۱	۷	۱	۲
-	-	-	-	۱۱
-	-	-	-	۳
-	۱۶	۲ (۱۹۸۵)	-	-
-	۲۸	۱۰	-	-
۳.۵	۶	۳۲	۰	۱
۲.۹	۱۳	۳۸	۳۶	۶۳
-	-	-	-	-
-	۸	-	-	-
۳.۹	۸	۳۱	۳	۹
۳.۶	۱۸	۲۵	۳	۶
-	-	-	-	۳
۲.۱	۳۳	۵۰	۲۵	۳۵
-	-	-	-	۲
۳.۶	۷	۳	۱	۱
-	-	-	-	۱۲

مستوع عمر	کثافت آبادی	آبادی بر لحاظ سیکٹر		آبادی		نمبر شمار الملک	
		شہری آبادی	دیہی آبادی	اوسط سالانہ اضافہ	(تعداد ملین)		
(سالوں میں)	(بر لحاظ کل رقبہ)	(فی صد)	(فی صد)	(فی صد)	وسط ۱۹۹۲ء	۱۹۸۰-۹۲ء	
۵۳	۱۹	۳۱	۶۹	۳.۸	۱۳		۳۸
							ایشیاء (۳)
۵۵	۸۰.۵	۱۸	۸۲	۲.۳	۱۱۳		۳۹
۷۳	۳۶	-	-	۳.۲	۰.۳	(سے کم)	۵۰
۶۰	۹۱	۳۲	۶۸	۱.۸	۱۸۳		۵۱
۷۱	۵۲	۳۵	۵۵	۲.۵	۱۹		۵۲
۶۲	۶۶.۷	۲۶ (۱۹۸۵)	۷۳	۳.۳	۰.۲		۵۳
							یورپ
۷۳	۱۰.۳	۳۶	۶۳	۱.۷	۳		۵۳
۷۲	-	-	-	۰.۲	۳		۵۵
۷۲	-	-	-	۱.۱	۲		۵۶

افزادی قوت الیبر فورس				
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۸ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء
۶۳-۱۵ سال عمر کی آبادی (طین)	لیبر فورس (طین)	زرعی لیبر فورس (کل لیبر فورس کا)	خواتین لیبر فورس (کل لیبر فورس کا)	کل لیبر فورس میں سالانہ اضافہ (اوسط فی صد)
۶	۳	۶۳	۱۳	۳.۰
۶۳	۳۶	۷۰	۸	۲.۹
-	-	-	-	-
۱۱۱	۷۵	۵۰	۳۱	۲.۳
۱۱	۷	۳۳	۳۵	۲.۸
-	-	-	-	-
۳	۲	-	۳۱	۲.۷
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

- ماخذ :
- ۱- ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء
  - ۲- او آئی سی ممالک کا شماراتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)
  - ۳- دی ملٹری بیلنس - ۹۵-۱۹۹۳ء آئی آئی ایس ایس
  - ۴- دی ورلڈ بینک ایٹلس - ۱۹۹۳ء
  - ۵- اندازاً

## جدول ۲- معیشت

قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد) (۱۹۸۰-۹۲ء)		قومی پیداوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			نمبر شمار الملک
زراعت	قومی پیداوار	صنعت و حرفت	زراعت	کل قومی پیداوار	
افریقہ					
۵.۳	۲.۶	۳۳۳۳	۵۳۰۳	۳۵۶۷۳	۱ الجزائر
۵.۳	۲.۳	۱۷۰	۷۰۵	۲۱۸۱	۲ بینن
۳.۰	۳.۹	۳۲۵	-	۲۷۹۰	۳ برکنیو فاسو
-۱.۰	۱.۰	۲۵۲۶	۲۲۸۶	۱۰۳۹۷	۴ کیسیرون
۳.۹	۵.۳	-	۵۳۷	۱۳۳۷	۵ چاڈ
-	-	-	-	۱۰۹ (۱۹۸۵)	۶ کوموروز
-	-	۲۷۷۶۸ (۱۹۸۵)	-	-	۷ جیبوتی
۲.۳	۳.۳	۳۶۶۹	۶۰۷۹	۳۳۵۵۳	۸ مصر
-	-	-	-	-	۹ اریٹریا
۱.۳	۰.۵	۲۶۹	۵۲۵	۵۹۱۳	۱۰ گابون
-	-	-	-	-	۱۱ گیمبیا
-	-	۱۰۵	۱۰۵۸	۳۲۳۳	۱۲ گنی
۳.۳	۳.۲	۱۹۸	۹۷	۲۲۰	۱۳ گنی بساؤ
-	-	-	-	-	۱۴ لیبیا
۲.۵	۲.۹	۲۹۳	۱۱۹۷	۲۸۲۷	۱۵ مالی
۱.۵	۱.۹	۱۰۳	-	۱۰۸۰	۱۶ ماریطانیہ



فی کس آمدنی		قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد) (۹۲-۱۹۸۰ء)			
سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۱۹۸۰-۹۲ء	سالانہ فی صد نمو ۱۹۸۰-۹۲ء	ڈالر ۱۹۹۲	خدمات	حرفت	صنعت
۱۱.۳	۰.۵	۱۸۳۰	۳.۳	-۱.۹	۱.۱
۱.۷	-۰.۷	۳۱۰	۰.۲	۵.۰	۳.۸
۳.۵	۱.۰	۳۰۰	۵.۱	۲.۹	۳.۸
۳.۵	-۱.۵	۸۲۰	۲.۶	۱۰.۶	۰.۵
۰.۹	۳.۳	۲۲۰	۶.۷	-	۶.۰
-	-	۲۳۱	-	-	-
-	-	-	-	-	-
۱۳.۲	۱.۸	۶۳۰	۵.۸	-	۳.۹
-	-	-	-	-	-
۲.۳	-۳.۷	۳۳۵۰	-۱.۰	۳.۷	۱.۸
-	-	-	-	-	-
-	-	۵۱۰	-	-	-
۵۹.۳	۱.۶	۲۲۰	۳.۲	-	۲.۸
-	-	-	-	-	-
۳.۷	-۲.۷	۳۱۰	۲.۸	-	۳.۳
۸.۳	-۰.۸	۵۳۰	۱.۱	-	۳.۹

قومی بیدوار کی شعبہ جاتی نمونہ (اوسط فی صد) (۹۲-۱۹۸۰ء)		قومی بیدوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			نمبر شمار الملک	
زراعت	قومی بیدوار	صنعت و حرفت	زراعت	کل قومی بیدوار		
۵۰۳	۳۰۰	۳۹۳۷	۳۲۲۰	۲۸۳۰۱	مراکش	۱۷
-۳۶۷	-۰۰۷	۱۵۶	۸۷۰	۲۳۳۵	نابجبر	۱۸
۳۰۶	۲۰۳	۱۳۲۶	۱۰۸۳۱	۲۹۶۶۷	نابجبریا	۱۹
۲۰۷	۳۰۰	۷۳۵	۱۲۱۷	۶۲۷۷	سینی گال	۲۰
۲۰۳	۱۰۳	۳۳	۲۶۳	۶۳۳	سیرالیون	۲۱
۳۰۳	۲۰۳	۲۰۷۰	-	۸۷۹	صومالیہ	۲۲
۱۳۰۳	۱۵۰۶	۱۳۰	-	۱۷۶۳	سوڈان	۲۳
۳۰۸	۳۰۸	۱۹۸۹	۲۳۶۷	۱۳۸۵۳	تیونس	۲۴
-	-	۱۰۲	۱۷۱۱	۲۹۹۸	یوگنڈا	۲۵
					ایشیا (۱)	
-	-	-	-	-	افغانستان	۲۶
-	-	۲۹۰۰	۲۷۵۲	۵۳۳۲	آذربائیجان	۲۷
-	-	۳۷۱	-	۳۳۲۳	بحرین	۲۸
-	-	-	-	-	قبرص	۲۹
۳۰۵	۲۰۳	۱۶۷۲۳	۲۵۷۱۱	۱۱۰۲۵۸	ایران	۳۰
-	-	-	-	۵۷۳۶	عراق	۳۱

فی کس آمدنی		قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد) (۱۹۸۰-۹۲ء)			
سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۱۹۸۰-۹۲ء	سالانہ فی صد نمو ۱۹۸۰-۹۲ء	ڈالر ۱۹۹۲ء	خدمات	حرفت	صنعت
۶.۹	۱.۳	۱۰۳۰	۳.۲	۳.۲	۳.۰
۱.۷	-۳.۳	۲۸۰	۱.۳	-	۱۱.۳
۱۹.۳	-۰.۳	۳۲۰	۳.۳	۵.۲	۰.۲
۵.۲	۰.۱	۷۸۰	۳.۰	۵.۱	۳.۸
۲۰.۸	-۱.۳	۱۶۰	۲.۲	۰.۶	۲.۲
۳۹.۷	-	-	۰.۹	-۱.۷	۱.۰
۳۲.۸	-	-	۱.۸	۳.۹	۳.۵
۷.۲	۱.۳	۱۷۲۰	۳.۳	۶.۳	۳.۱
-	-	۱۷۰	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	۷۳۰	-	-	-
۳۸۵.۲	-	۶۹۲۳	-	-	-
-	-	-	-	-	-
۱۶.۲	-۱.۳	۲۲۰۰	۰.۳	۵.۸	۳.۳
-	-	۳۳۳۷	-	-	-

قومی پیدوار کی شعبہ جاتی نمونہ (اوسط فی صد) (۹۲-۱۹۸۰ء)		قومی پیدوار اور شعبوں کا حصہ (ملین ڈالر)			نمبر شمارہ نمک	
زراعت	قومی پیدوار	صنعت و حرفت	زراعت	کل قومی پیدوار		
-	۰.۸	۵۰۵	۳۰۰	۴۰۰۹۱	اردن	۳۲
-	۱.۱	۱۰۳۷۲	۹۷۵۲	۲۸۵۸۰	قازقستان	۳۳
-	-	-	-	-	کرغیزیزہ	۳۳
-	-	-	-	۱۹۹۵۰	کویت	۳۵
-	-	-	-	-	لبنان	۳۶
۷.۱	۷.۷	۳۳۸	۳۷۳	۱۱۵۲۰	اومان	۳۷
۳.۵	۶.۱	۷۰۹۹	۱۱۳۱۶	۳۱۹۰۳	پاکستان	۳۸
-	-	-	-	-	فلسطین	۳۹
-	-	-	-	۱۵۷۱۷	قطر	۳۰
۱۳.۰	۰.۳	۷۹۶۲	۶۸۳۳	۱۱۱۳۳۳	سعودی عرب	۳۱
-۰.۳	۱.۸	-	۵۱۳۸	۱۷۲۳۶	شام	۳۲
-	-	-	۱۲۵۸	۳۷۹۳	تاجکستان	۳۳
۲.۸	۳.۹	۲۴۷۷۳	۱۳۵۶۷	۹۹۶۹۶	ترکی	۳۴
-	-	-	-	-	ترکمنستان	۳۵
۹.۱	۰.۳	۳۵۳۱	۷۳۱	۳۲۳۶۷	عرب امارات	۳۶
-	-	۳۵۵۳	۳۹۲۹	۱۳۸۷۵	ازبکستان	۳۷
-	-	۷۹۲	۲۰۱۲	۹۶۱۵	یمن	۳۸

فی کس آمدنی		قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد) (۱۹۸۰-۹۲)			
سالانہ افراط زر کی شرح (اوسط) ۱۹۸۰-۹۲	سالانہ فی صد نمو ۱۹۸۰-۹۲	ڈالر ۱۹۹۲	خدمات	حرف	صنعت
-	-۵.۳	۱۱۳۰	-	-	-
-	-	۱۶۸۰	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
۸.۳	-	۱۰۲۳۱	-	-	-
-۲.۵	۳.۱	۶۳۸۰	۶.۰	۱۸.۳	۹.۶
۷.۱	۳.۱	۳۲۰	۶.۵	۷.۳	۷.۳
-	-	-	-	-	-
-	-	۱۶۸۱۵	-	-	-
-۱.۹	-۳.۳	۷۵۱۰	-۰.۲	۸.۱	-۲.۹
۱۵.۵	-	۱۳۱۸	۰.۳	-	۷.۶
-	-	۳۹۰	-	-	-
۳۶.۳	۲.۹	۱۹۸۰	۵.۱	۶.۷	۵.۸
-	-	۱۳۳۰	-	-	-
۰.۸	-۳.۳	۲۲۰۲۰	۳.۱	۳.۳	-۱.۸
-	-	۸۵۰	-	-	-
-	-	-	-	-	-

قومی پیروار کی شعبہ جاتی نمبر (اوسط فی صد) (۱۹۸۰-۹۲ء)		قومی پیروار اور شعبوں کا حصہ (غلین ڈالر)			سہر شمار الملک	
زراعت	قومی پیروار	صنعت و حرفت	زراعت	کل قومی پیروار		
<b>ایشیا (۲)</b>						
۲۰۷	۳۰۲	۲۰۳۱	۸۱۹۷	۲۳۷۷۳	بنگلہ دیش	۳۹
-	-	-	-	-	برونائی	۵۰
۳۰۱	۵۰۷	۲۳۰۸۳	۲۳۲۷۹	۱۲۶۳۶۳	انڈونیشیا	۵۱
۳۰۶	۵۰۶	۱۵۰۰	(۱۹۸۰) ۵۳۶۵	۵۷۵۶۸	ملائیشیا	۵۲
-	-	-	-	-	مالدپ	۵۳
<b>یورپ</b>						
-	-	-	-	-	البانیہ	۵۴
-	-	-	-	-	بوسنیا	۵۵
-	-	-	-	-	مقدونیا	۵۶

فی کس آمدنی		قومی پیداوار کی شعبہ جاتی نمو (اوسط فی صد) (۱۹۸۰-۹۳ء)			
سالانہ اخراجات کی شرح (اوسط) ۱۹۸۰-۹۳ء	سالانہ فی صد نمو ۱۹۸۰-۹۳ء	ڈالر ۱۹۹۳ء	خدمات	حرفت	صنعت
۹.۱	۱.۸	۲۳۰	۵.۵	۳.۱	۵.۱
-	-	-	-	-	-
۸.۳	۳.۰	۶۷۰	۶.۸	۱۳.۰	۶.۱
۲.۰	۳.۲	۲۷۹۰	۵.۱	۱۰.۰	۸.۰
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-

ماخذ : ”ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء“

- ۱- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۷۰ء کے کوائف)
- ۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۸۵ء کے کوائف)
- ۳- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) (۱۹۸۸ء کے کوائف)

## جدول ۳- رقبہ اور زراعت

پیداوار (اشارے)		جنگلات	آبیاش رقبہ (ہزار ہیکٹر)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر)	کل رقبہ (مربع کلومیٹر)	نمبر شمار الملک	افریقہ	
(۱۰۰ = ۱۹۷۹-۸۱)	(۱۹۹۳)						الجزائر	۱
کل زراعتی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار	۳۰۳۰	۳۳۰	۷۸۵۵	۲۳۸۱۷۴۱	بینن	۲	
		۳۳۰۰	۷	۱۸۸۰	۱۱۲۶۲۲	برکنیو فاسو	۳	
		۶۵۰۰	۲۵	۳۵۶۳	۲۷۴۲۰۰	کیسیرون	۴	
		۲۳۳۳۰	۳۵	۷۰۳۰	۴۷۵۴۳۰	چاڈ	۵	
		۱۲۵۵۰	۱۳	۳۲۵۶	۱۲۸۴۰۰۰	کوموروز	۶	
		۳۵	-	۱۰۰	۱۷۹۷	جیبوتی	۷	
		۶	-	-	۲۳۰۰۰	مصر	۸	
		۳۱	۲۶۰۰	۲۶۰۰	۱۲۵۰۰۰۰	اریٹریا	۹	
		-	-	-	-	گابون	۱۰	
		۱۹۸۵۰	-	۳۶۰	۲۶۷۶۶۷	گیبیا	۱۱	
		۱۳۵	۱۵	۱۸۰	۱۰۶۸۹	گنی	۱۲	
		۱۳۴۶۰	۲۶	۷۳۰	۲۳۵۸۵۷	گنی بساؤ	۱۳	
		۱۰۷۰	-	۳۳۰	۳۶۰۰۰	لیبیا	۱۴	
		۷۰۰	۲۵۰	۲۱۷۰	۱۷۷۵۰۰۰	الی	۱۵	
		۶۹۰۰	۲۱۰	۲۲۰۳	۱۲۳۱۰۰۰			



خوردنی فصلیں	زرعی تجارت			پیداوار (اشارے)
	فرق (برآمدات منفی)	درآمدات (ملین ڈالر)	برآمدات (ملین ڈالر)	
(ترتیب بہ لحاظ اہمیت)				(۸۱-۷۹ء = ۱۰۰)
				(۱۹۹۳ء)
	درآمدات (ملین ڈالر)	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	فی کس خوراک کی پیداوار
گندم، جو، آلو	-۲۱۹۹	۲۲۵۱	۵۲	۱۱۹
اروی، کساوا، مکی	-۲۳	۱۳۲	۹۸	۱۱۹
جوار، گنا	+۳۰	۱۰۰	۱۳۰	۱۳۲
گنا- کساوا، پلانٹین	+۱۶۳	۲۱۹	۳۸۲	۷۹
گنا، کساوا، جوار	+۷۳	۲۱	۹۳	۹۹
کساوا، آلو، چاول	-۷	۲۳	۱۶	-
-----	۹۹	۱۰۷	۸	-
گنا، مکی، ٹماٹر	-۲۲۳	۲۶۲۳	۳۰۱	۱۱۳
-	-	-	-	-
گنا، پلانٹین	-۱۳۹	۱۳۳	۵	۷۸
مونگ پھلی، جوار، مکی	-۹۲	۱۰۳	۱۱	۷۶
کساوا- چاول، پلانٹین	-۱۶۷	۱۹۵	۲۸	۹۸
چاول، پلانٹین، جوار	-۳۳	۳۷	۳	۱۱۱
ٹماٹر، گندم، زیتون	-۱۱۲۱	۱۱۲۳	۲	۸۱
جوار، چاول، گنا	+۱۵۹	۱۰۳	۲۶۳	۹۱

پیداوار (اشارے)		جنگلات	آبپاش رقبہ	زیر کاشت رقبہ	کل رقبہ (مربع	نمبر شمار الملک
(۱۰۰ = ۱۹۷۹-۸۱)		(ہزار ایکٹر)	(ہزار ایکٹر)	(ہزار ایکٹر)	کلو میٹر)	
(۱۹۹۳)		(۱۹۹۳)	(۱۹۹۳)	(۱۹۹۳)	(۱۹۹۳)	
کل زراعتی	کل خوراک					
پیداوار	کی پیداوار					
۱۱۵	۱۱۵	۳۳۱۰	۱۵	۳۰۸	۱۰۳۰۷۰۰	۱۶ ماریطانیہ
۱۳۸	۱۳۸	۷۹۰۰	۱۲۸۰	۹۸۳۸	۷۱۰۸۵۰	۱۷ مراکش
۱۱۸	۱۱۸	۱۹۰۰	۳۵	۳۶۱۰	۱۲۶۷۰۰۰	۱۸ ناہر
۱۹۷	۱۹۷	۱۱۳۰۰	۸۸۰	۳۲۳۳۵	۹۳۲۷۷۰	۱۹ ناہیریا
۱۵۹	۱۶۰	۱۰۳۵۰	۱۸۰	۲۳۷۱	۱۹۶۷۲۲	۲۰ سینی گال
۱۱۸	۱۲۷	۳۰۳۰	۳۳	۵۳۰	۱۷۱۷۳۰	۲۱ سیرالیون
۱۱۳ (۱۹۹۱)	۱۱۳ (۱۹۹۱)	۹۰۳۰	۱۲۰	۱۰۳۸	۶۳۸۰۰۰	۲۲ صومالیہ
۱۱۱	۱۰۸	۳۳۳۳۰	۱۹۲۰	۱۲۹۷۵	۲۵۰۵۸۱۳	۲۳ سوڈان
۱۶۵	۱۶۵	۶۳۷	۲۳۲	۳۸۸۱	۱۶۳۶۱۰	۲۴ تیونس
۱۶۰	۱۶۰	۵۵۰۰	۹	۶۷۷۰	۲۳۶۰۳۶	۲۵ یوگنڈا
						ایشیا (۱)
۷۶	۷۶	۱۹۰۰	۲۷۶۵	۳۰۵۳	۶۵۲۰۹۰	۲۶ افغانستان
-	-	۹۵۰	۱۳۵۰	۱۹۰۰	۸۶۶۰۰	۲۷ آذربائیجان
-	-	-	۲	۲	۶۸۷	۲۸ بحرین
-	-	-	-	-	-	۲۹ قبرص
۳۰۳	۱۹۹	۱۸۰۲۰	۹۳۰۰	۱۸۱۷۰	۱۶۳۸۰۰۰	۳۰ ایران

خوردنی فصلیں	زرعی تجارت			پیداوار (اشارے)
	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر)	درآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲	برآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲	(۸۱-۷۹=۱۰۰) (۱۹۹۳)
				فی کس خوراک کی پیداوار
چاول، جو، مکئی	-۱۰۳	۱۳۶	۴۳	۸۱
چقندر، گندم، جو	-۵۷۳	۱۱۵۵	۵۸۱	۱۰۶
جوار، کساوا	-۵۳	۱۱۳	۵۹	۷۷
کساوا، جو، جوار	-۶۹۳	۹۳۱	۲۳۸	۱۲۹
گنا، مونگ پھلی، جوار	-۲۹۱	۲۳۳	۱۳۳	۱۱۱
چاول، کساوا، گنا	-۸۲	۹۳	۱۲	۸۶
گنا، جوار، مکئی	-۱۰۳	۱۰۷	۴	۷۸ (۱۹۹۱)
گنا، جوار	+۱۳۰	۲۲۳	۳۶۳	۷۶
گندم، زیتون، ٹماٹر	-۲۵۵	۵۹۳	۳۳۸	۱۲۳
پلاٹین، کساوا، آلو	+۱۱۱	۲۷	۱۳۸	۱۰۹
گندم، مکئی، انگور	-۳۳	۱۲۵	۹۱	۵۹
انگور، گندم، کپاس	-۱۱۶	۲۷۸	۱۶۲	-
کھجور، ٹماٹر، کھیرا	-۲۷۷	۲۸۶	۹	-
-	-	-	-	-
گندم، چقندر، جو	-۱۸۱۳	۲۳۵۷	۵۴۳	۱۲۶

پیداوار (اشاریے) (۱۰۰ = ۱۹۷۹-۸۱) (۱۹۹۳)		جنگلات (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۳)	آبیاش رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۳)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر) (۱۹۹۳)	کل رقبہ (مربع کلومیٹر) (۱۹۹۳)	نمبر شمار الملک	
کل زراعی پیداوار	کل خوراک کی پیداوار						
۱۳۲	۱۳۲	۱۸۷۰	۲۵۵۰	۵۳۵۰	۳۳۳۹۲۳	عراق	۳۱
۲۰۳	۲۰۰	۷۰	۶۵	۳۰۵	۹۷۰۰۰	اردن	۳۲
-	-	-	-	-	-	قازقستان	۳۳
-	-	۷۰۰	۹۵۰	۱۳۲۰	۱۹۸۵۰۰	کرغیزیزہ	۳۳
-	-	۲	۲	۵	۱۷۸۱۸	کویت	۳۵
۲۰۲	۱۹۲	۸۰	۸۲	۳۰۶	۱۰۳۰۰	لبنان	۳۶
-	-	-	۵۸	۶۳	۳۰۰,۰۰۰	اومان	۳۷
۱۷۷	۱۷۷	۳۰۵۰	۱۷۱۰۰	۲۱۱۱۰	۷۹۶۰۹۵	پاکستان	۳۸
-	-	-	۲۲۶	۱۸۰	۵۷۵۰	فلسطین	۳۹
-	-	-	۷	۷	۱۱۳۰۰	قطر	۳۰
۶۰۶	۵۹۳	۱۸۰۰	۹۶۰	۳۷۳۶	۲۱۳۹۶۹۰	سعودی عرب	۳۱
۱۳۰	۱۳۱	۶۵۵	۹۰۶	۵۹۰۹	۱۸۵۱۸۰	شام	۳۲
-	-	۳۰۰	۶۵۲	۹۸۹	۱۳۳۱۰۰	تاجکستان	۳۳
۱۳۷	۱۳۵	۲۰۱۹۹	۳۶۷۳	۲۷۳۶۵	۷۸۰۵۷۶	ترکی	۳۳
-	-	۳۰۰۰	۱۳۷۳	۱۳۵۳	۳۸۸۰۰۰	ترکمانستان	۳۵
-	-	۳	۵	۳۹	۷۶۸۰۹	عرب امارات	۳۶

خوردنی فصلیں	زرعی تجارت			پیداوار (اشارے)
	فرق (برآمدات منفی درآمدات) (ملین ڈالر)	درآمدات (ملین ڈالر)	برآمدات (ملین ڈالر)	
(ترتیب بر لحاظ اہمیت)				(۸۱-۷۹ء = ۱۰۰)
		۱۹۹۲	۱۹۹۲	فی کس خوراک کی پیداوار
جو، گندم، ٹماٹر	-۱۰۵۰	۱۰۷۲	۲۲	۸۷
ٹماٹر، گندم، آلو	-۵۳۶	۷۳۳	۱۸۷	۱۴۱
گندم، جو، آلو	-	-	-	-
گندم، جو، آلو	-۹۳	(۱۹۹۱)۱۹۸	(۱۹۹۱)۱۰۵	-
ٹماٹر، بیاز، کھیرا	-۶۳۱	۶۳۷	۶	-
انگور، آلو، ٹماٹر	-۸۸۰	۱۰۲۸	۱۳۸	۱۸۶
کھجور، ٹماٹر، لیموں	-۳۵۷	۵۲۹	۷۲	-
گندم، چاول، گنا	-۸۳	۱۳۲۰	۱۲۳۷	۱۱۸
سبزیاں، انگور، گندم	-	-	-	-
کھجور، ٹماٹر، کدو	-۲۸۹	۳۰۳	۱۵	-
گندم، کھجور، ٹماٹر	-۳۲۱۹	۳۷۵۱	۵۳۲	۳۳۰
گندم، جو، ٹماٹر	-۳۷	۷۱۱	۶۶۳	۸۹
تیل بنولہ، گندم	-	-	-	-
گندم، چھندر، جو	+۱۷۰۳	۱۷۳۱	۳۳۳۵	۱۰۲
تیل بنولہ، گندم	-۷۲	(۱۹۹۰)۹۶	(۱۹۹۱)۲۳	-
کھجور، ٹماٹر، تربوز	-۱۲۵۸	۱۷۹۲	۵۳۳	-

پیداوار (اشارے)		جنگلات (ہزار ہیکٹر)	آپاش رقبہ (ہزار ہیکٹر)	زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر)	کل رقبہ (اربع) کھومیٹر (۱۹۹۲ء)	نمبر شمار الملک
کلی خورداک کی پیداوار	کلی زرعی پیداوار					
-	-	-	-	-	-	۳۷ ازبکستان
۱۱۹	۱۲۰	۲۰۰۰	۳۶۰	۱۳۸۱	۵۲۷۹۷۰	۳۸ یمن
ایشیا (۳)						
۱۲۹	۱۳۲	۱۸۹۰	۳۱۰۰	۹۰۲۳	۱۳۳۹۹۸	۳۹ بنگلہ دیش
-	-	۲۰۵	۱	۷	۵۷۶۵	۵۰ برونائی
۱۸۷	۱۸۲	۱۰۸۶۰۰	۸۲۵۰	۲۲۵۰۰	۱۹۲۹۳۳۳	۵۱ انڈونیشیا
۲۸۳	۲۲۵	۱۹۳۵۲	۳۳۰	۳۸۸۰	۳۲۹۷۳۹	۵۲ ملائیشیا
-	-	۱	-	۳	۲۹۸	۵۳ مالڈیپ
یورپ						
۱۰۳	۱۰۰	۱۰۳۶	۳۲۵	۶۹۵	۲۸۷۵۰	۵۴ البانیہ
-	-	-	-	-	-	۵۵ بوسنیا
-	-	-	-	-	-	۵۶ مقدونیہ

خوردنی فصلیں (ترتیب بہ لحاظ اہمیت)	زرعی تجارت			پیداوار (اشاریے) (۸۱-۷۹ء = ۱۰۰) (۱۹۹۳ء)
	فرق (برآمدات منہی درآمدات) (ملین ڈالر)	درآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲ء	برآمدات (ملین ڈالر) ۱۹۹۲ء	فی کس خوراک کی پیداوار
-	-	-	-	-
جوار، ماشا، انگور	-	-	-	۷۵
چاول، گنا، گندم	۳۹۲	۶۵۶	۱۶۳	۹۹
چاول	+۱۷۲	۱۸۱	۹	-
چاول، کساوا، مکی	+۷۸۶	۲۵۳۱	۳۳۲۷	۱۳۵
پام آئل، چاول	+۲۳۳۷	۲۵۹۲	۳۹۳۹	۲۰۳
-	-۲۶	۲۶	-	-
گندم، مکی، چقندر	-۱۵۰	۲۷۵	۱۲۵	۸۲
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

ماخذ: (۱) ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

(۲) او آئی سی ممالک کے متعلق معلومات - شماره - ۳ (زراعت، حرکی)

(۳) مسلم دنیا میں خوراک و زراعت کی صورت حال (او - آئی - سی - کاسٹیک) - ۱۹۹۱ء

www.KitaboSunnat.com

## جدول ۳۔ بین الاقوامی تجارت: اشیاء کی نوعیت اور حصہ

برآمدات میں فی صد حصہ										نمبر شمار الملک	
کپڑا		دوسری صنعتی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری بنیادی اشیاء		لرندمن، دھاتیں اور معدنیات			
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء		
										افریقہ	
۰	۱	۲	۵	۱	۲	۰	۲۰	۹۷	۷۳	۱	الجزائر
۱	۶	۲۸	۸	۳	۳	۶۷	۸۹	۳	۰	۲	بینن
۲	۰	۸	۳	۳	۱	۸۸	۹۵	۰	۰	۳	برکنیو فاسو
۲	۱	۱۰	۶	۷	۳	۵۵	۸۲	۲۸	۱۰	۴	کیسیرون
۱	۸	۳	۳	۱	۱	۹۰	۹۵	۵	۰	۵	چاڈ
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۶	کوموروز
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۷	جیبوتی
۱۸	۱۹	۳۲	۲۶	۱	۱	۱۳	۶۸	۵۱	۵	۸	مصر
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۹	اریٹریا
۰	۰	۳		۰	۱	۷	۳۵	۸۹	۵۶	۱۰	گابون
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۱	گیبیا
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۲	گنی
۰	۰	۳	۱	۰	۱	۹۷	۹۸	۰	۰	۱۳	گنی بساؤ
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۱۴	لیبیا
۷	۸	۸	۱۰	۰	۰	۹۲	۸۹	۰	۱	۱۵	مالی
۰	۰	۱	۰	۷	۰	۸	۱۱	۸۳	۵۸	۱۶	ماریطانیہ
۲۵	۳	۴۹	۹	۶	۰	۳۰	۵۷	۱۵	۳۳	۱۷	مراکش



درآمدات میں فی صد حصہ									
دوسری صنعتی اشیاء		مشینری آلات		دوسری بنیادی اشیاء		ارندھن		خوراک	
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء
۳۳	۳۲	۳۲	۳۷	۵	۶	۳	۲	۲۶	۱۳
۳۵	۵۵	۲۱	۲۱	۲	۳	۷	۳	۲۵	۱۸
۳۱	۳۷	۲۳	۲۷	۳	۷	۱۶	۸	۲۵	۲۰
۳۷	۳۹	۳۳	۳۲	۲	۱	۱	۵	۱۵	۱۲
۳۸	۳۸	۲۷	۲۳	۲	۳	۱۵	۱۵	۱۸	۲۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۳	۲۹	۲۶	۲۷	۱۰	۱۲	۱	۹	۲۹	۲۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۹	۳۳	۳۰	۳۹	۲	۱	۱	۱	۱۷	۱۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۳	۳۵	۱۵	۱۶	۱	۱	۷	۷	۳۵	۳۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲۵	۳۶	۲۳	۲۱	۱	۶	۳۰	۹	۲۰	۲۹
۲۷	۳۹	۳۲	۳۸	۲	۱	۶	۸	۲۳	۲۳
۳۲	۳۲	۲۸	۳۲	۱۰	۱۰	۱۵	۵	۱۳	۲۱

برآمدات میں فی صد حصہ										نمبر شمار الملک	
کپڑا		دوسری صنعتی اشیاء		شیشری اور آلات		دوسری بنیادی اشیاء		لہندہ، دھاتیں اور معدنیات			
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء		
۱	۰	۱	۲	۰	۱	۱۲	۹۶	۸۶	۰	۱۸	نا بجر
۰	۰	۱	۱	۰	۰۰	۳	۳۶	۹۶	۶۳	۱۹	نا بھیریا
۱	۶	۲۰	۱۵	۲	۳	۵۶	۶۹	۲۲	۱۲	۲۰	سینی گال
۰	۰	۳۲	۶۳	۰۰	۰	۳۳	۲۲	۳۳	۱۵	۲۱	سیسر الیون
۰	۰	۰	۲	۰	۳	۹۹	۹۳	۰	۰	۲۲	صومالیہ
۱	۰	۱	۰	۰	۰	۹۶	۹۹	۳	۱	۲۳	سوڈان
۳۰	۲	۶۳	۱۹	۹	۰	۱۱	۳۵	۱۶	۳۶	۲۴	تیونس
۰	۰	۰	۰	۰	۰	۹۶	۹۰	۳	۹	۲۵	یوگنڈا
											ایشیا (۱)
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۶	افغانستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۷	آذربائیجان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۸	بحرین
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۲۹	قبرص
۳	۳	۳	۳	۰	۰	۶	۶	۹۰	۹۰	۳۰	ایران
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۱	عراق
۳	۳	۳۸	۱۳	۲	۳	۱۶	۵۹	۳۳	۲۳	۳۲	اردن
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۳	قازقستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۴	کرغیزیا

درآمدات میں فی صد حصہ									
دوسری صنعتی اشیاء		مشینری آلات		دوسری بنیادی اشیاء		ارشد من		خوراک	
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء
۳۱	۵۱	۲۸	۲۶	۳	۳	۲۰	۳	۱۷	۱۳
۳۱	۳۸	۳۶	۳۷	۵	۳	۱	۳	۱۸	۸
۳۰	۳۸	۲۱	۲۵	۳	۳	۱۶	۵	۲۹	۲۹
۳۲	۳۳	۲۵	۲۱	۲	۱	۲۰	۹	۲۱	۲۶
۲۱	۳۷	۵۰	۱۷	۶	۶	۲	۶	۲۰	۳۳
۳۷	۳۱	۲۲	۲۷	۳	۳	۱۹	۸	۱۹	۲۱
۳۷	۳۲	۳۰	۲۶	۷	۹	۸	۵	۸	۲۸
۳۳	۵۵	۲۷	۳۳	۲	۳	۳۰	۲	۸	۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۹	۳۵	۳۵	۳۱	۳	۸	۰	۰	۱۲	۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۸	۳۲	۲۵	۱۷	۳	۳	۱۳	۶	۲۱	۳۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

برآمدات میں فی صد حصہ										نمبر شمار الملک	
کپڑا		دوسری صنعتی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری بنیادی اشیاء		ارند، دھاتیں اور معدنیات			
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء		
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۵	کویت
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۶	لبنان
۰	۰	۱	۰	۳	۰	۱	۰	۹۳	۱۰۰	۳۷	امان
۶۹	۳۷	۷۹	۵۷	۰	۰	۲۰	۳۱	۱	۲	۳۸	پاکستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۹	فلسطین
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۰	قطر
۰	۰	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۹۹	۱۰۰	۴۱	سعودی عرب
۲۵	۳	۳۷	۷	۱	۳	۱۷	۲۹	۳۵	۶۲	۴۲	شام
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۳	تاجکستان
۳۹	۵	۶۳	۹	۹	۰	۲۳	۸۳	۳	۸	۴۴	ترکی
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۵	ترکمنستان
۰	۰	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۹۵	۹۵	۴۶	عرب امارات
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۷	ازبکستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۸	یمن
										ایشیا (۲)	
۷۲	۳۹	۸۱	۶۳	۰	۱	۱۸	۳۵	۰	۱	۴۹	بنگلہ دیش
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۵۰	برونائی
۱۸	۰	۳۳	۱	۳	۰	۱۵	۵۳	۳۸	۳۳	۵۱	انڈونیشیا

درآمدات میں فی صد حصہ									
دوسری صنعتی اشیاء		مشینری آلات		دوسری بنیادی اشیاء		ایرڈمن		خوراک	
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۶	۳۸	۳۲	۳۱	۱	۳	۲	۵	۱۹	۱۳
۲۷	۳۵	۳۵	۳۱	۷	۷	۱۶	۶	۱۵	۲۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۵	۳۵	۳۶	۳۳	۳	۳	۰	۱	۱۶	۲۸
۳۲	۳۸	۳۶	۲۸	۷	۵	۱۸	۸	۱۷	۲۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۳	۳۶	۳۵	۳۱	۹	۸	۱۷	۰	۶	۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۳	۳۹	۳۱	۳۷	۳	۲	۷	۱۰	۱۷	۱۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۱	۳۲	۱۷	۳۲	۲۰	۱۰	۱۶	۱۳	۱۶	۲۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۳	۳۷	۳۳	۳۵	۹	۳	۸	۲	۶	۱۳

برآمدات میں فی صد حصہ										نمبر شمار الملک	
کپڑا		دوسری صنعتی اشیاء		مشینری اور آلات		دوسری بنیادی اشیاء		رندمن، دھاتیں اور معدنیات			
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء		
۶	۱	۲۳	۶	۳۸	۲	۲۲	۶۳	۱۷	۳۰	ٹاکیا	۵۲
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	مالدیپ	۵۳
										یورپ	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	الہانہ	۵۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بوسنیا	۵۵
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	مقدونیا	۵۶

درآمدات میں فی صد حصہ									
دوسری صنعتی اشیاء		مشیری آلات		دوسری بنیادی اشیاء		ارند من		خوراک	
۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء
۳۳	۳۰	۵۵	۲۸	۵	۸	۳	۱۲	۷	۲۲
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

## جدول ۵۔ بین الاقوامی تجارت اور شرح نمو

نمبر شمار الملک	کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
	درآمدات		برآمدات		درآمدات	
	۱۹۹۲ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۰-۸۱ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۸۰-۹۲ء
افریقہ						
۱ الجزائر	۱۲۰۵۵	۷۷۶۳	-۰.۵	۳.۳	۱۲.۱	-۵.۱
۲ یمن	۱۱۱	۳۸۳	-۱۱.۶	۱۰.۵	۳.۰	-۲.۳
۳ برکنیو فاسو	۱۳۲	۵۰۳	۷.۳	۷.۷	۶.۳	۱.۳
۴ کیسرون	۱۶۵۷	۱۳۳۳	۳.۲	۱۰.۳	۵.۳	-۱.۶
۵ چاڈ	۱۹۳	۳۳۹	۳.۵	۹.۵	-۶.۱	۹.۲
۶ کوموروز	-	-	-	-	-	-
۷ جیبوتی	-	-	-	-	-	-
۸ مصر	۳۰۵۰	۸۲۹۳	-۲.۶	۳.۱	۷.۸	-۱.۲
۹ اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰ گابون	۲۳۰۳	۹۱۳	۵.۷	۳.۳	۱۱.۶	-۱.۸
۱۱ گینیا	-	-	-	-	-	-
۱۲ گنی	-	-	-	-	-	-
۱۳ گنی بساؤ	۲	۸۳	۱۵.۹	-۸.۳	-۵.۲	-۰.۲
۱۴ لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵ مالی	۳۸۸	۷۳۰	۸.۳	۶.۵	۵.۲	۳.۷
۱۶ مارٹانیہ	۵۰۰	۶۵۰	-۲.۰	۵.۲	۱.۳	۵.۲
۱۷ مراکش	۳۹۷۷	۷۳۵۶	۳.۹	۵.۵	۶.۶	۳.۳



زر مسادہ کے ذخائر جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)			بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				تجارت کی کیفیت (۱۰۰ = ۱۹۸۷)	
					سرکاری ادائیگی سے پہلے		سرکاری ادائیگی کے بعد			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۵ء
۳۰۲	۳۳۱۸	۳۵۲	۷۷۳	۱۷۸	۱۳۳۷	-۱۶۳	۱۳۳۷	-۱۲۵	۸۶	۱۷۳
۳۰۹	۲۳۹	۱۲	۹۹	۰	-۱۶۲	-۲۳	-۲۹	-۳	۷۳	۱۰۳
۳۰۳	۳۳۵	۳۶	۹۱	۱۶	-۳۶۸	-۳۱	-۹۵	۹	۸۸	۱۰۸
۰۰۱	۳۰	۸۱	-۳۷	-۱۱	-۸۳۳	-۳۷	-۸۳۳	-۳۰	۶۶	۱۳۹
۱۸	۸۳	۲	-۳۹	-۶	-۳۲۵	-۲۳	-۹۱	۲	۷۸	۱۰۹
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۹۰۳	۱۱۶۰	۱۶۵	۵۳۳۰	۲۹	۱۲۵۷	-۳۵۲	۲۶۰۵	-۱۳۸	۹۵	۱۳۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۰۰۳	۷۵	۱۵	-۱۳۲	-۸	-۱۳۷	-۱۵	-۱۳۵	-۳	۸۹	۱۳۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰۶	۱۷	-	-۱	-	-۱۲۱	-	-۷۲	-	۱۱۵	۹۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳۰۰	۳۱۳	۱	۹۱	-۱	-۳۱۳	-۲۲	-۹۱	-۲	۸۶	۹۵
۱۰۱	۶۵	۳	-۵۳	-۶	-۱۹۷	-۱۳	-۱۰۵	-۵	۱۰۷	۱۱۳
۳۰۸	۳۸۱۹	۱۳۲	۲۱۳۸	۲۷	-۷۸۷	-۱۶۱	-۳۲۷	-۱۲۳	۱۰۰	۸۸

نمبر شمار الملک		کل تجارت (ملین ڈالر)		اوسط سالانہ نمو (فیصد)			
		برآمدات	درآمدات	برآمدات		درآمدات	
		۱۹۹۲ء	۱۹۹۳ء	۸۰-۱۹۷۰ء	۹۲-۱۹۸۰ء	۸۰-۱۹۷۰ء	۹۲-۱۹۸۰ء
۱۸	نا بجز	۲۷۱	۲۷۱	۲۱.۰	-۳.۳	۱۰.۹	-۵.۹
۱۹	نا بحیریا	۱۱۸۸۲	۸۱۱۹	۰.۳	۱.۷	۱۹.۳	-۱۰.۵
۲۰	سینی گال	۶۷۲	۹۷۰	۱.۸	۲.۵	۳.۷	۱.۹
۲۱	سیرالیون	۱۶۳	۱۳۸	-۵.۶	۰.۷	-۱.۳	-۸.۰
۲۲	صومالیہ	۳۰	۱۵۰	۶.۳	-۸.۳	۵.۳	-۷.۰
۲۳	سوڈان	۳۱۲	۸۹۲	-۳.۵	۰.۲	-۰.۶	-۳.۸
۲۴	تیونس	۳۰۳۰	۶۳۲۵	۷.۵	۶.۳	۱۲.۵	۳.۱
۲۵	یوگنڈا	۱۶۳	۳۰۵	-۸.۲	۱.۹	-۳.۰	۳.۲
ایشیا (۱)							
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	۷۳۸	۳۲۹	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۸۲۳۵	۲۶۷۳۳	-۶.۸	۱۳.۵	۱۱.۰	۸.۶
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۹۳۳	۳۲۵۱	۱۹.۳	۶.۱	۱۵.۳	-۰.۲
۳۳	قازقستان	۱۵۳۶	۱۶۰۸	-	-	-	-
۳۳	کرغیزیا	-	-	-	-	-	-

زر مبادلہ کے ذخائر جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)			بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				تجارت کی کیفیت (۱۰۰ = ۱۹۸۷)	
					سرکاری ادائیگی سے پہلے		سرکاری ادائیگی کے بعد			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۵ء
۶۰۰	۲۲۹	۱۹	-۳۷	-۳	-۱۵۶	-۳۲	-۳۸	۰	۱۰۰	۱۲۶
۱۰۲	۱۱۹۶	۲۲۳	۲۲	۰۰	۱۵۳۷	-۳۱۲	۲۲۶۸	-۳۶۸	۸۳	۱۶۷
۰.۱	۲۲	۲۲	۳۲	-۱۶	-۵۳۷	-۶۶	-۲۶۷	-۱۶	۱۰۶	۱۰۶
-	۲۱	۳۹	-	-	-	-۲۰	-	-۱۶	۸۰	۱۰۶
-	-	۲۱	-	-	-	-۱۸	-	-۶	۸۷	۱۰۷
۰.۳	۲۳	۲۲	۱۳۳	-	-۱۷۱۳	-۳۳	-۱۳۳۶	-۳۲	۹۱	۱۰۶
۱.۳	۹۲۳	۶۰	۵۶۶	۲۰	-۱۰۳۲	-۸۸	-۹۳۵	-۵۳	۹۷	۱۰۵
۱.۵	۹۳	۵۷	۰۰	-۵	-۳۳۶	۱۹	-۱۱۳	۲۰	۳۲	۱۳۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	۵۰۳	-	۵۰۳	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	۲۱۷	-	-	-۳۶۵۱	-۵۱۱	-۳۶۵۱	-۵۰۷	۹۲	۱۶۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۲.۶	۱۰۳۰	۲۵۸	۸۰۰	-	-۱۰۸۹	-۱۳۰	-۷۳۱	-۲۰	۱۱۶	۹۵
-	-	-	-	-	-۱۳۷۹	-	-۱۳۷۹	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

اوسط سالانہ نمونہ (فیصد)						کل تجارت (ملین ڈالر)		نمبر شمارہ نمک
درآمدات		برآمدات		درآمدات	برآمدات			
۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۰-۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء			
-	-	-	-	-	-	۳۵	کویت	
-	-	-	-	-	-	۳۶	لبنان	
۰.۰	۳۰.۹	۸.۶	-۲.۱	۳۶۷۴	۵۵۵۵	۳۷	اومان	
۳.۶	۳.۲	۱۱.۱	۰.۷	۹۳۶۰	۷۲۶۴	۳۸	پاکستان	
-	-	-	-	-	-	۳۹	فلسطین	
-	-	-	-	-	-	۴۰	قطر	
-۶.۲	۳۵.۹	-۲.۳	۵.۷	۳۲۱۰۳	۳۱۸۳۳	۴۱	سعودی عرب	
۳.۶	۱۲.۳	۱۹.۳	۷.۰	۳۳۶۵	۳۲۶۲	۴۲	شام	
-	-	-	-	-	-	۴۳	تاجکستان	
۹.۶	۵.۷	۹.۰	۳.۳	۲۲۸۷۱	۱۳۷۱۵	۴۴	ترکی	
-	-	-	-	۵۳۵	۱۰۸۳	۴۵	ترکمنستان	
۱.۱	۲۷.۳	۳.۸	۳.۹	۱۷۲۰۹	۱۸۰۵۸	۴۶	عرب امارات	
-	-	-	-	۹۲۹	۸۶۹	۴۷	ازبکستان	
-	-	-	-	-	-	۴۸	یمن	
ایشیا (۲)								
۱.۳	-۲.۳	۷.۶	۳.۸	۲۵۲۷	۱۹۰۳	۴۹	بھارت	
-	-	-	-	-	-	۵۰	برونائی	
۳.۰	۱۳.۰	۵.۶	۷.۲	۲۷۲۸۰	۳۳۸۱۵	۵۱	انڈونیشیا	

تجارت کی کیفیت (۱۹۸۷ء = ۱۰۰)			توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				سرکاری ادائیگی سے پہلے		سرکاری ادائیگی کے بعد		بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		زر مبادلہ کے ذخائر جتنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)	
			۱۹۸۵ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۷ء	۱۹۹۲ء								
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
۱۸۲	۸۷	-	-۳۶۶	-	-۳۵۵	-	-	-	-	۱۳	-۱۱۱۸	-	۳۰۷	
۹۰	۷۷	-۶۶۷	-۱۰۳۹	-۷۰۵	-۱۳۹۹	۸۲	۱۳۶۸	۱۹۵	۱۵۲۳	۱۸۳	۱۵۲۳	۱۹۵	۱۵۲۳	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
۱۷۶	۸۳	۷۱	-۱۹۳۳	۱۵۲	-۱۷۹۳	-۱۸۳	-۱۲۷۳	۶۷۰	۱۰۵۷۳۶۷	۶۷۰	-۱۲۷۰۰	-۱۸۳	۱۰۵۷۳۶۷	
۱۲۵	۸۹	-۶۹	۵۵	-۷۲	۷۵۸	۷	-۲۵۸	۵۷	-	۵۷	۵۵۰	۷	-	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
۸۲	۱۱۱	-۳۳	-۹۳۳	-۵۷	-۱۸۵۵	۲۷۳	۲۷۳	۳۳۰	۷۵۰۸	۳۳۰	۳۰۰۸	۲۷۳	۷۵۰۸	
-	-	-	-	-	-	۹۲۷	-	۹۲۷	-	-	-	۹۲۷	-	
۱۷۱	۷۷	۹۰	-	۱۰۰	-	-	-	-	۵۹۷۷	-	-	-	۵۹۷۷	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
۱۲۲	۱۰۲	-۱۱۳	۳۰۱	-۲۳۳	-۵۱۶	۰	۸۴۸	-	۱۸۵۳	-	۸۴۸	۰	۱۸۵۳	
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	
۱۳۳	۹۲	-۳۱۰	-۳۶۷۹	-۳۷۶	-۳۷۹۲	-	۱۸۳	-	۱۱۳۸۲	۱۶۰	۱۸۳	-	۱۱۳۸۲	

اوسط سالانہ نمو (فیصد)				کل تجارت (ملین ڈالر)		نمبر شمار الملک	
درآمدات		برآمدات		درآمدات	برآمدات		
۱۹۸۰-۹۲	۱۹۷۰-۸۰	۱۹۸۰-۹۲	۱۹۷۰-۸۰	۱۹۹۲	۱۹۹۲		
۷.۹	۳.۷	۲۲.۳	۳.۸	۳۸۳۶۱	۳۰۷۰۵	ملاکشیا	۵۲
-	-	-	-	-	-	مالدیپ	۵۳
						یورپ	
-	-	-	-	-	-	الہانیز	۵۳
-	-	-	-	-	-	بوسنیا	۵۵
-	-	-	-	-	-	مقدونیہ	۵۶

زر سہاولہ کے ذخائر بچنے ماہ کے لیے کافی ہیں (ملین ڈالر)			بیرون ملک افراد کی بھیجی ہوئی رقم (ملین ڈالر)		توازن ادائیگی (ملین ڈالر)				تجارت کی کیفیت (۱۰۰ = ۱۹۸۷)	
					سرکاری ادائیگی سے پہلے		سرکاری ادائیگی کے بعد			
۱۹۹۳ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۸۵ء
۳۰۵	۱۸۰	۲۶۷	-	-	-۱۶۳۶	۳	-۱۶۳۹	۸	۹۳	۱۱۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

## جدول ۶ - بیرونی قرضے

نمبر شمارہ نمک	طویل العیاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرضے کا استعمال (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرضے (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرضے اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
	۱۹۸۰	۱۹۹۲	۱۹۸۰	۱۹۹۲	۱۹۸۰	۱۹۹۲	۱۹۸۰	۱۹۹۲	۱۹۸۰	۱۹۹۲
افریقہ										
۱ الجزائر	۱۷۰۳۳	۲۳۷۶۲	-	۷۹۵	۲۳۳۵	۷۹۳	۱۹۳۵۹	۲۶۳۳۹	۲۵۲۹	۶۹۵۱
۲ یمن	۳۳۳	۱۳۲۲	۱۶	۲۲	۷۳	۲۳	۲۲۳	۱۳۶۷	۶	۱۳
۳ برکنیو فاسو	۲۸۱	۹۹۳	۱۵	۹	۳۵	۵۳	۳۳۰	۱۰۵۵	۱۱	۱۳
۴ کیسیرون	۲۱۸۳	۵۷۵۹	۵۹	۶۳	۲۷۱	۷۳۲	۲۵۱۳	۶۵۵۳	۸۲	۷۶
۵ چاڈ	۲۰۳	۶۶۷	۱۳	۳۰	۱۱	۳۳	۲۲۹	۷۲۹	۳	۳
۶ کوموروز	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۷ جیبوتی	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۸ مصر	۱۶۳۷۷	۳۶۳۲۵	۳۱۱	۲۰۲	۳۰۲۷	۳۳۹۱	۲۰۹۱۵	۳۰۰۱۸	۳۶۸	۱۱۶۷
۹ اردن	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰ گابون	۱۲۷۲	۲۹۷۸	۱۵	۸۱	۲۲۸	۷۲۰	۱۵۱۳	۳۷۹۸	۲۷۹	۹۹
۱۱ گیمبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۲ گنی	۱۰۰۳	۲۳۶۶	۳۵	۶۳	۷۱	۱۲۲	۱۱۱۰	۲۶۵۱	۷۵	۳۷
۱۳ گنی بساؤ	۱۲۸	۵۸۰	۱	۵	۵	۳۹	۱۳۳	۶۳۳	۳	۳
۱۴ لیبیا	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۵ مالی	۶۶۹	۲۳۷۲	۳۹	۶۵	۲۳	۵۷	۷۳۲	۲۵۹۵	۶	۱۹
۱۶ ماریطانیہ	۷۱۳	۱۸۵۵	۶۲	۵۸	۶۵	۳۸۹	۸۳۰	۲۳۰۱	۱۷	۵۰

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل



سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)		کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		بیرونی قرض				قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود	
				کل قومی پیداوار کا فی صد		برآمدات کا فی صد		۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
				۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۱۶.۶	۱۰.۳	۷۱.۳	۲۷.۳	۵۹.۹	۳۷.۷	۱۹۸.۹	۲۳۳.۸	۱۸۹۱	۱۳۳۹
۱.۹	۳.۵	۳.۱	۶.۳	۳۳.۹	۳۳.۰	۱۱۸.۷	۱۸۶.۳	۱۰	۳
۳.۵	۳.۱	۶.۲	۵.۹	۲۰.۳	۱۸.۹	۱۱۰.۶	۹۹.۹	۱۳	۶
۷.۳	۸.۱	۱۶.۲	۱۵.۲	۵۹.۷	۳۹.۳	۲۶۹.۸	۱۸۳.۰	۸۳	۱۰۳
۳.۱	۰.۷	۵.۳	۸.۳	۲۹.۳	۲۰.۸	۱۵۷.۲	۱۰۰.۱	۶	۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۶.۵	۹.۱	۱۵.۵	۱۳.۷	۶۷.۷	۱۳۳.۷	۱۳۷.۸	۳۷۸.۲	۸۳۸	۳۷۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱.۳	۶.۳	۱۶.۵	۱۷.۷	۶۸.۹	۷۶.۹	۱۳۲.۱	۱۵۰.۱	۲۳۵	۱۱۹
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵.۳	۶.۰	۱۲.۳	۱۹.۸	۵۵.۰	۶۰.۳	۲۳۷.۳	۲۱۷.۳	۳۳	۲۳
۳۳.۸	-	۹۲.۷	-	۲۰۰.۵	۱۷۹.۶	۶۳۱۳.۲	۱۹۳۸.۱	۳	۱
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳.۰	۲.۳	۷.۳	۵.۱	۵۲.۹	۵۳.۸	۲۵۳.۳	۲۳۳.۳	۱۳	۳
۶.۱	۷.۹	۱۷.۲	۱۷.۳	۱۵۸.۳	۱۵۵.۳	۳۳۲.۳	۲۹۱.۱	۲۰	۱۳

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		طویل المیعاد قرضہ (ملین ڈالر)		نمبر شمار الملک	
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۹۲۷	۵۶۵	۲۱۳۰۵	۹۷۱۰	۳۳۱	۷۷۸	۳۳۹	۳۵۷	۲۰۵۳۶	۸۳۷۵	مراکش	۱۷
۴	۲۳	۱۷۱۱	۸۶۳	۸۳	۱۵۹	۶۱	۱۶	۱۵۶۷	۶۸۷	نابجہ	۱۸
۲۰۶۹	۶۵	۳۰۹۵۹	۸۹۳۳	۲۱۷۰	۳۵۵۳	۰	۰	۲۸۷۸۹	۵۳۸۱	نانجیریا	۱۹
۷۹	۱۵۲	۳۶۰۷	۱۳۷۳	۳۵۴	۲۱۹	۲۷۱	۱۳۰	۲۹۸۲	۱۱۱۳	سینی گال	۲۰
۱۱	۳۲	۱۲۶۵	۳۳۵	۲۹۲	۵۳	۹۲	۵۹	۶۸۰	۳۲۳	سیرالیون	۲۱
۰	۷	۲۳۳۷	۶۶۰	۳۹۵	۴۷	۱۵۳	۱۸	۱۸۹۸	۵۹۵	صومالیہ	۲۲
۱۳	۵۳	۱۶۱۹۳	۵۱۶۳	۵۷۹۰	۵۸۵	۹۲۳	۳۳۱	۹۳۸۰	۳۱۳۷	سوڈان	۲۳
۸۵۴	۲۱۶	۸۳۷۵	۳۵۲۶	۵۳۱	۱۳۶	۲۹۰	۰	۷۶۳۳	۳۳۹۰	تیونس	۲۴
۲۵	۳۲	۲۹۹۷	۶۹۷	۱۵۸	۶۳	۳۳۳	۸۹	۲۳۹۶	۵۳۳	یوگنڈا	۲۵
ایشیا (۱)											
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	افغانستان	۲۶
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	آذربائیجان	۲۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	بحرین	۲۸
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	قبرص	۲۹
۱۹۵	۵۳۱	۱۳۱۶۷	۳۵۰۸	۱۱۱۰۲	۰	۰	۰	۳۰۶۵	۳۵۰۸	ایران	۳۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	عراق	۳۱
۳۷۸	۱۰۳	۷۹۲۹	۱۹۷۱	۹۰۳	۳۸۶	۱۱۲	۰	۶۹۱۳	۱۳۸۶	اردن	۳۲

سودی رقم (برآمدات کا فی صد)		کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		بیرونی قرضہ				قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود	
				کل قومی پیداوار کا فی صد		برآمدات کا فی صد		۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
				۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۱۱.۳	۱۷.۰	۲۳.۰	۳۲.۷	۷۱.۲	۸۳.۶	۲۲۲.۱	۲۸۹.۰	۹۳۰	۶۰۷
۴.۶	۱۲.۹	۱۳.۲	۲۱.۷	۵۰.۹	۲۳۹.۲	۳۳۸.۲	۲۷۷.۲	۴	۱۶
۱۳.۰	۳.۳	۲۸.۹	۴.۲	۱۰۸.۴	۱۰۷.۱	۲۳۲.۵	۳۵۶.۵	۱۶۵۳	۴۴۰
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۲	۶۷
۱۰.۹	۵.۷	۲۰.۵	۲۳.۲	۱۵۸.۳	۹۲.۴	۵۷۳.۰	۴۸۵.۳	۱۱	۸
-	۰.۹	-	۴.۹	-	۱۵۳.۱	-	۲۲۹۵.۴	۰	۲
۲.۵	۱۲.۸	۵.۴	۲۵.۵	-	-	۲۹۶۱.۸	۱۱۸۸.۰	۱۱	۴۹
۶.۹	۶.۹	۲۰.۶	۱۴.۸	۴۹.۶	۶۰.۳	۱۱۴.۲	۱۱۶.۲	۳۹۸	۲۱۲
۱۳.۵	۳.۸	۴۰.۲	۱۷.۴	۵۸.۹	۴۹.۶	۹۰۶.۵	۵۲۴.۴	۱۹	۴
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳.۰	۳.۱	۴.۰	۶.۸	۱۴.۵	۵.۴	۲۹.۷	۳۶.۸	۶۸	۴۳۲
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۹.۴	۴.۳	۲۰.۰	۸.۴	۱۶۳.۲	۱۷۸.۴	۲۰۳۱	۲۱۷.۵	۲۷۹	۷۹

قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قلیل مدتی قرض (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرض کا استعمال (ملین ڈالر)		طویل العیاد قرضہ (ملین ڈالر)		نمبر شمار الملک
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	
۰	۰	۲۵	۰	۹	۰	۰	۰	۱۶	۰	۳۳ قازقستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۳ کرغیزیز
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۵ کویت
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۶ لبنان
۳۳۰	۱۷۹	۲۸۵۵	۵۹۹	۵۱۵	۱۶۳	۰	۰	۲۳۳۰	۳۳۶	۳۷ اومان
۱۱۴۳	۳۳۶	۲۳۰۷۲	۹۹۳۶	۲۳۹۳	۷۳۷	۱۱۴۷	۶۷۳	۱۸۵۵۰	۸۵۲۵	۳۸ پاکستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۳۹ فلسطین
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۰ قطر
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۱ سعودی عرب
۶۳۲	۲۲۵	۱۶۳۸۱	۳۵۳۹	۲۱۳۰	۶۳۱	۰	۰	۱۳۳۳۱	۲۹۱۸	۴۲ شام
۰	۰	۱۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱۰	۰	۴۳ تاجکستان
۳۵۵۶	۵۲۶	۵۳۷۷۲	۱۹۱۲۳	۱۱۷۰۱	۲۳۹۳	۰	۱۰۵۳	۳۰۳۷۱	۱۵۵۷۵	۴۴ ترکی
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۵ ترکمنستان
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-	۴۶ عرب امارات
۰	۰	۱۶	۰	۰	۰	۰	۰	۱۶	۰	۴۷ ازبکستان
۸۵	۲۵	۶۵۹۸	۱۶۸۳	۱۴۵۶	۱۸۳	۰	۳۸	۵۳۳۱	۱۳۵۳	۴۸ یمن

سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)		کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		بیرونی قرضہ				قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود	
				کل قومی پیداوار کا فی صد		برآمدات کا فی صد		۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
				۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۰.۰	۰.۰	۰.۰	۰.۰	۰.۱	۰.۰	۰.۷	۰.۰	۰	۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۳.۲	۱.۸	۹.۰	۶.۳	۲۷.۰	۳۹.۱	۳۷.۳	۶۳.۳	۱۵۳	۳۳
۹.۹	۷.۶	۲۳.۶	۱۷.۹	۳۶.۸	۳۱.۳	۱۸۸.۳	۱۶۹.۳	۵۹۰	۲۳۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵.۳	۳.۷	۱۸.۲	۱۱.۳	۰.۰	۱۰۱.۸	۲۵۵.۳	۲۳۹.۷	۱۶۸	۷۷
								۰	۰
۱۳.۳	۱۳.۹	۳۱.۹	۲۸.۰	۳۷.۸	۵۰.۶	۱۸۷.۷	۱۷۸.۶	۲۸۷.۶	۳۸۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	۰.۱	۰.۰	۰	۰	۰	۰
۱.۶	-	۷.۰	-	-	۶۵.۰	۳۲۹.۸	۱۳۵.۰	۲۵	۱۰

نمبر شمار الملک	طویل المعیاد قرضہ (ملین ڈالر)		آئی ایم ایف کے قرضہ کا استعمال (ملین ڈالر)		کلیل مدتی قرضہ (ملین ڈالر)		کل بیرونی قرضہ (ملین ڈالر)		قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) اصل زر	
	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء
ایشیا (۲)										
۳۹	۳۳۱۷	۱۲۲۲۶	۴۲۳	۷۳۲	۲۱۲	۲۳۱	۴۰۵۳	۱۳۱۸۹	۶۳	۳۰۳
۵۰	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۱	۱۸۱۶۹	۶۶۱۸۰	۰	۰	۲۷۷۷۵	۱۸۲۰۳	۲۰۹۳۳	۸۳۳۸۵	۹۳۰	۳۶۹۵
۵۲	۵۲۵۶	۱۲۱۹۸	۰	۰	۱۳۵۵	۳۶۳۹	۶۶۱۱	۱۹۸۳۷	۱۲۷	۱۷۰۷
۵۳	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
یورپ										
۵۳	۰	۱۱۲	۰	۱۳	۰	۳۹۹	۰	۶۲۵	۰	۰
۵۵	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۵۶	-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

سود کی رقم (برآمدات کا فی صد)		کل قرض کی ادائیگی (برآمدات کا فی صد)		بیرونی قرضہ				قرض اور سود کی ادائیگی (ملین ڈالر) سود	
				کل قومی پیداوار کافی صد		برآمدات کا فی صد		۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
				۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
۵۰۶	۶۰۳	۱۷۰	۲۳۰۲	۲۹۸۰۵	۲۶۰۳	۱۹۸۰	۲۳۰۰۳	۱۶۵	۳۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱۰۷	۶۰۵	۳۲۰	۱۳۰۹	۶۱۰۹	۵۲۰۶	۲۱۲۰۲	۱۸۳۰۹	۲۷۲۷	۸۲۳
۲۰۳	۳۰۰	۶۰۶	۶۰۳	۳۵۰۲	۳۳۰۹	۳۱۰۵	۵۳۰۳	۸۱۲	۲۵۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۰۰۸	۰۰۰	۰۰۸	۰۰۰	-	-	۲۳۳۰۷	۰۰۰	۰	۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

## جدول ۷۔ - میکل اساسی (INFRASTRUCTURE)

نمبر شمار الملک	تعلیمی ادارے			صحت	توانائی		
	پرائمری	ثانوی	جامعات			ہسپتال	بستر
افریقہ							
۱	الجزائر	۱۱۳۲۷	۱۳۷۹	۱۰	۲۳۸	۵۵۲۶۵	۱۳۹۶۹
۲	بینن	۲۸۵۰	۱۸۳	۱	-	-	۵۰۰
۳	برکنیو فاسو	۱۷۵۸	۱۲۶	۱	-	-	۱۳۰۰۵
۴	کیسیرون	۵۹۳۱	۳۸۸	۱	-	-	۲۳۵۹۰۰
۵	جاڈ	۱۱۳۹	۳۸	۱	-	-	۵۲۰۰
۶	کوموروز	-	-	-	-	-	۱۰۰۰
۷	جیبوتی	۵۹	۲۱	-	۷	۱۱۸۵	۱۷۵۰۰
۸	مصر	۲۶۲۱۶	-	۱۲	۶۲۷۸	۱۰۰۳۰۳	۳۵۳۱۰۰۰
۹	ارٹیریا	-	-	-	-	-	-
۱۰	گابون	-	-	-	-	-	۸۷۷۰۰
۱۱	گیبیا	۱۸۹	۳۲	-	-	-	۳۲۰۰
۱۲	گنی	۲۳۱۵	۲۶۰	۲	-	-	۳۹۷
۱۳	گنی بساؤ	۶۲۸	۱۶	-	-	-	۱۳۰۰
۱۴	لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵	مالی	۱۳۳۵	-	-	-	-	۱۷۲
۱۶	ماریطانیہ	۹۳۷	-	۱	۱۵	۱۳۲۳	۹۲۰۰
۱۷	مراکش	-	-	۷	۹۰	۲۵۲۵۳	۸۸۳۳۰۰

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل



ٹیلیفون	فضائی نظام			ٹرانسپورٹ		
	اشیاء (ملین ٹن کلو میٹر میں)	مسافر (بر حسب ملین کلو میٹر)	آرپورٹ تعداد	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ریلوے لائن کلو میٹر	شاہراہیں کلو میٹر
۱۰۵۱	۲۱۰۰	۳۵۷۹	۵		۱۸۳۵	۳۳۰۰۰
۱۶	۱۳۰۷	۲۱۱۰۰	۱	۱.۳	۶۳۵	۷۳۳۵
۱۶	۱۷۰۳	۲۲۲	۲		۱۳۰۰	۵۵۰
۶۱	۵۵.۵	۵۳۰۰۰	۲	۳.۵	۱۱۱۵	۷۵۰۰
۹	۱۷.۵	۲۲۰۰۰	۲	-	-	۲۵۳
۳	-	-	۱	-	-	۷۵۰
۷	۰.۱	-	۱	۰.۲*	۷۸۱	۳۰۳۷
۱۳۵۰	۱۳۱.۶	۶۱۹۲.۰	۲	۱۲.۰	۵۳۵۵	-
-	-	-	-	-	-	-
-	۳۱.۸	۳۶۸	۳	۵.۹*	۶۷۰	۶۸۹۸
۹	-	-	۱	۰.۹	۰۰	۲۳۵۲
-	۰.۷	۱۳۳	۱	۱۲.۱	۷۹۷	۲۹۱۰.۸
-	-	-	۱	-	-	۳۰۰
-	-	-	-	-	-	-
۱۵	-	-	-	-	۶۳۲	۱۱۵۵۶
۳	-	-	۲	۱.۲	۶۷۰	۲۱۲۳
۳۶۱	۳۷۷۰۰	۱۰۷	۸	-	۲۰۰۰	۱۰۵۰۷

نمبر شمار الملک	تعلیمی ادارے			صحت	توانائی	
	پرائمری	ثانوی	جامعات			ہسپتال
۱۸	نا بجر	۱۹۷۶	-	۲	-	۱۶۰۰۰
۱۹	نا بھیریا	-	-	-	-	-
۲۰	سینی گال	۲۱۷۱	۱۶۷	۱	-	۷۶۳,۰۰
۲۱	سیرا یون	۱۲۶۷	۱۸۳	-	-	۱۸۳,۰۰
۲۲	صوالیہ	۱۲۲۳	-	-	۵۵۳۶	۱۰۹,۰۱
۲۳	سوڈان	-	-	۶	۱۸۱۵۳	۱۰۶۱,۰۰
۲۴	تیونس	۳۷۷۳	۵۳۶	۶	۱۷۵۲۶	۵۱۶۹
۲۵	یوگنڈا	-	-	-	-	۶۵۶,۰۰
ایشیا (۱)						
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	۱۳۹	-	-	۶	۲۹۹۶
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۷۷۵۸	۳۸۳۳	۳۳	-	۳۹۲۲۰,۰۰
۳۱	عراق	۸۲۶۰	۲۶۰۳	۶	۲۸۸۹۱	۲۲۸۶۰
۳۲	اردن	-	-	۳	۵۶۳۵	۳۲۶۲,۰۰
۳۳	قازقستان	-	-	-	-	-
۳۴	کرغیزہ	-	-	-	-	-

ٹیلیفون	فضائی نظام			ٹرانسپورٹ		
	اشیاء (ملین) (تعداد ہزاروں ٹن کلو میٹر میں)	سافر (بہ حساب ملین کلو میٹر)	اے پورٹ تعداد	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ریلوے لائن کلو میٹر	شاہراہیں کلو میٹر
۱۱	-	-	۲	-	-	۹۸۶۲
-	-	-	-	-	-	-
۳۶	-	-	۱	۳۰۰	۱۱۸۶	۲۵۶۰
۱۳	-	-	۱	۱۰۳*	۸۳	-
-	-	-	۱	۱۰۳*	-	-
-	-	-	-	۸۰۰	۵۵۰۰	۳۰۱۸
۳۳۳	۲۵۰۸۹	۳۰۲	۵	۶۰۶	۲۱۹۰	۱۶۹۲۳
۱۶	-	-	۱	-	۱۲۸۶	۲۶۲۹۰
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
۱۳۱	-	-	۱	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
۲۱۰۳	۱۰۳۰۳	۳۰۹۰۰۰	۲	۹۰۰	۳۵۰۶۷	۵۱۸۰۹
۸۸۶	۵۶۰۳	۱۵۲۵۰۰	۳	۰۰	۲۰۲۹	۳۶۳۳۸
۲۸۰	۲۳۳۰۰۱	۱۰۱۳۲	۳	۱۸۰۷	۶۵۸	۳۱۲۲
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-

نمبر شمار الملک	تعلیمی ادارے					توانائی		
	پر انٹرنی	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر			
۳۵	کویت	۱۹۵	۲۹۹	-۱	۲۳	۶۱۳۹	۱۹۹۹۸	بجلی گلوواٹ
۳۶	لبنان	-	-	۶	-	-	۳۶۰۰	
۳۷	اومان	۳۷۰	۳۳۳	۱	۳۷	۳۳۳۸	۳۷۷۲۰۷	
۳۸	پاکستان	۸۳۸۷۲	۱۱۳۶۶	۲۱	۷۰۶	۵۶۶۵۷	۳۱۶۳۰۰۰	
۳۹	فلسطین	-	-	-	-	-	-	
۴۰	قطر	۹۷	-	۱	۳	۷۳۳	۳۵۰۰۰۰۰	
۴۱	سعودی عرب	۸۶۳۱	۳۱۵۳	۷	۱۸۰	۳۰۹۳۱	۲۵۲۰۰	
۴۲	غام	-	-	۳	۲۱۳	۱۳۵۰۵	۷۰۳۲	
۴۳	تاجکستان	-	-	-	-	-	-	
۴۴	ترکی	۵۰۷۳۷	۵۲۱۶	۲۹	۸۱۲	۱۱۶۰۶۱	۵۲۰۳۳۲	
۴۵	ترکمنستان	-	-	-	-	-	-	
۴۶	عرب امارات	-	-	۱	۲۶	۳۲۸۵	۱۳۷۰۰۰۰	
۴۷	ازبکستان	-	-	-	-	-	-	
۴۸	یمن	-	-	-	۶۸	۸۲۹۲	۱۱۸۳	
ایشیا (۲)								
۴۹	بنگلہ دیش	۳۳۹۹۲	۸۹۸۳	۷	۸۷۵	۳۳۰۳۰	۶۸۶۶۰۰	
۵۰	برونائی	-	۳۵	-	-	-	۱۰۳۰	
۵۱	انڈونیشیا	۱۳۳۵۶۱	۲۶۲۳۶	۶۲	۱۳۳۶	۱۱۲۳۲۸	۳۶۵۱۰۰۰	

ٹیلیفون	فضائی نظام			ٹرانسپورٹ		
	اشیاء (ملین ٹن کلو میٹر) (تعداد ہزاروں)	سافر (بر حساب ملین کلو میٹر)	ارپورٹ تعداد	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ریلوے لائن کلو میٹر	شاہراہیں کلو میٹر
۳۶۱	۱۶۳.۳	۳۸۰۳.۰۰	۱	۷.۲	-	۳۸۰۰
۰۰	۱۹۹.۸	۹۳۰	۱		۲۲۲	۱۹۹۰
۷۹	۳۲.۶	۱۳۳۵.۰۰	۲	۲۲.۱	-	۲۰۶۰۵
۷۳۰	۳۸۸.۰۰	۱۹۳۳.۵	۵	۳۰.۹	۸۷۷۵	۱۱۲۱۳۷
-	-	-	-	-	-	-
۱۳۳	-	-	۱	-	-	۱۰۸۰
۰۰	۲۳۰.۵	۱۵۹۶.۰۰	۳	۲۰.۸	۸۹۳	۳۱۳۳۹
۶۸۵	۱۵.۷	۹۳۲.۰۰	۱	۸.۵	۲۰۳۷	۲۸۹۶۰
-	-	-	-	-	-	-
۷۳۶۷	۲۳۹.۰۰	۲۲۵۳	۶	۵۶.۷	۸۳۳۰	۵۸۵۵۲
-	-	-	-	-	-	-
۵۵۳	-	-	۵	۵۷.۹*	-	-
-	-	-	-	-	-	-
۱	-	-	۳	-	-	۳۰۶۹
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	۱	۸.۵	۳۳۳۹	۶۲۳۰
۳۹	-	-	۱	-	-	۱۳۸۰
۱۰۱۵	۳۵۰.۰۰	۱۱۷۲۳.۰۰	۷	۳۳.۷	-	۲۳۳۰۵۹

نمبر شمارہ نمک	تعلیمی ادارے					صحت		توانائی
	پرائمری	ثانوی	جامعات	ہسپتال	بستر	بجلی گلوواٹ		
۵۲	ملاکیشیا	۶۷۹۵	۱۳۰۰	۷	۲۵۷	۳۷۳۶۰	۱۹۲۸۷۰۰	
۵۳	مالڈیپ	۲۳۳	۲۰	-	-	-	۱۳۰۰	
یورپ								
۵۴	البانیا	-	-	-	-	-	-	
۵۵	بوسنیا	-	-	-	-	-	-	
۵۶	مقدونیا	-	-	-	-	-	-	

ٹیلیفون	فضائی نظام			ٹرانسپورٹ		
	اشیاء (ملین ٹن کلو میٹر) میں (تعداد ہزاروں)	مسافر (بر حساب ملین کلو میٹر)	آرپورٹ تعداد	بندرگاہی صلاحیت (ملین ٹن)	ریلوے لائن کلو میٹر	شاہراہیں کلو میٹر
۱۶۳۵	۳۸۵.۹	۸۶۵۲.۰	۵	۷۵.۳	۲۰۹۸	۳۰۱۷۳
۳	-	-	۱	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-

ماخذ : او آئی سی ممالک کے متعلق معلومات - شماره - ۱ (ہیکل اساسی) - ۱۹۹۱ء (ترکی)

## جدول ۸ - صنعتی توانائی

نمبر شمار ملک	سالانہ فی صد نمو					
	توانائی کا استعمال (پہ شکل تیل)		توانائی کی کھپت		توانائی کی پیداوار	
	۱۹۹۳ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۳-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء
افریقہ						
۱ الجزائر	۹۸۸	۲۵۵	۵۰.۵	۱۳۰.۹	۳۰.۸	۵۰.۰
۳ بینن	۱۹	۳۰	-۳.۳	۱.۶	۱۳.۳	۰.۰
۳ برکنیو فاسو	۱۶	۹	۱.۱	۲.۷	۰.۰	۰.۰
۳ کیسرون	۷۷	۶۰	۱.۶	۸.۳	۶.۵	۳۶.۶
۵ چاڈ	۱۶	۱۸	۰.۵	۳.۱	-	-
۶ کوموروز	-	-	-	-	-	-
۷ جیبوتی	-	-	-	-	-	-
۸ مصر	۵۸۶	۲۱۳	۶.۱	۸.۹	۳.۳	۱۳.۲
۹ اریٹریا	-	-	-	-	-	-
۱۰ گابون	۷۸۳	۸۱۰	۰.۶	۳.۸	۵.۳	۵.۶
۱۱ گیمبیا	-	-	-	-	-	-
۱۲ گنی	۶۹	۷۰	۱.۳	۲.۳	۳.۹	۱۳.۱
۱۳ گنی بساؤ	۳۷	۳۵	۲.۱	۳.۱	-	-
۱۳ لیبیا	-	-	-	-	-	-
۱۵ مالی	۲۲	۱۶	۲.۰	۷.۹	۵.۶	۸.۳
۱۶ مارطانیہ	۱۰۸	۱۰۵	۰.۳	۵.۰	-	-
۱۷ مراکش	۲۷۸	۱۵۵	۳.۷	۸.۳	-۲.۵	۲.۹



توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)		توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد	
۱۹۸۸ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۱ء
۸۷۱۹۵	۷۰۲۳۳	۲	۵
۲۷۵	-	۲۶	۷
-	-	۵۸	۲۸
۸۶۹۹	۲۸۱۵	۱	۷
۰۰	۰۰	۲۶	۳۹
-	-	-	-
-	-	-	-
۳۹۳۰۱	۳۱۶۱۸	۳	۹
-	-	-	-
۸۰۳۳	۹۰۵۶	۱	۱
-	-	-	-
۱۵	۷	-	-
-	-	۸۷	۱۰۲
-	-	-	-
۱۳	۳	۵۷	۱۶
۲	-	۸	۳
۶۱۵	۶۷۰	۲۸	۹

نمبر شمار الملک		سالانہ فی صد نمو					
		توانائی کا استعمال (برہ شکل تیل)		توانائی کی پیدوار		توانائی کی کھپت	
		۱۹۹۲ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲-۹۳ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۳ء	۱۹۷۱-۸۰ء
۱۸	نا بجز	۳۹	۱۷	۲.۳	۱۱.۹	۲.۹	-
۱۹	نا بحیرا	۱۲۸	۳۰	۱.۳	۱۸.۷	۲.۰	۲.۵
۲۰	سینی گال	۱۱۱	۱۲۱	۰.۳	۵.۶	-	-
۲۱	سیسرالیون	۷.۳	۱۳۳	۰.۳	۰.۳	-	-
۲۲	صومالیہ	۷	۱۶	-۹.۱	۲۲.۷	-	-
۲۳	سوڈان	۶۹	۶۲	۳.۳	۲.۵	۳.۰	۱۰.۳
۲۴	تیونس	۵۶۷	۲۶۲	۳.۰	۹.۵	-۱.۰	۳.۵
۲۵	یوگنڈا	۲۳	۵۸	۳.۷	-۷.۰	۲.۳	-۳.۰
ایشیا (۱)							
۲۶	افغانستان	-	-	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	-	-	-	-	-	-
۲۸	بحرین	-	-	-	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-	-	-
۳۰	ایران	۱۲۵۶	۷۰۳	۷.۰	۸.۱	۶.۹	-۷.۷
۳۱	عراق	-	-	-	-	-	-
۳۲	اردن	۸۱۳	۳۳۳	۳.۳	۱۳.۷	-	-
۳۳	قازقستان	۳۷۲۲	۰۰	-	-	-	-
۳۴	کرغیزیا	-	-	-	-	-	-

توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)		توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد	
۱۹۸۸ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۱ء
۱۰۸	۱۳	۲۱	۱۳
۷۱۵۳۳	۱۰۵۷۵۷	۱	۱
-	-	۲۳	۱۱
-	-	۱۸	۱۰
-	-	۸	۸
-	-	۳۱	۸
-۵۳۳۸	۷۸۰۲	۱۲	۷
۵۱	۵۳	۷۳	۱
۲۸۸۷	۲۵۳۰	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-
۱۳۶۲۰۰	۸۱۰۹۵	۰	۰
۱۳۵۸۸۸	۱۳۷۵۹	-	-
۱۸	۰۰	۳۸	۵۵
-	-	۰۰	۰۰
-	-	-	-

نمبر شمار الملک	سالانہ فی صد نمو					
	توانائی کا استعمال (بر شکل تیل)		توانائی کی کھپت		توانائی کی پیداوار	
	۱۹۹۲ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۲ء	۱۹۷۱-۸۰ء
۳۵	-	-	-	-	-	-
۳۶	-	-	-	-	-	-
۳۷	۳۰۷۰	۱۳۲	۱۱.۱	۳۱.۲	۸.۸	۱.۰
۳۸	۲۲۳	۱۱۱	۶.۹	۵.۸	۷.۳	۶.۹
۳۹	-	-	-	-	-	-
۴۰	-	-	-	-	-	-
۴۱	۳۳۶۳	۱۰۶۵	۵.۵	۲۱.۰	-۰.۳	۷.۵
۴۲	۸۳۲	۳۱۸	۵.۰	۱۱.۵	۱۰.۰	۷.۸
۴۳	-	-	-	-	-	-
۴۴	۹۳۸	۳۷۷	۵.۳	۷.۷	۳.۰	۵.۸
۴۵	-	-	-	-	-	-
۴۶	۱۳۶۳۱	۳۳۲۵	۹.۹	۲۷.۳	۵.۹	۶.۷
۴۷	-	-	-	-	-	-
۴۸	۲۳۱	۱۱۱	۷.۱	۷.۶	-	-
ایشیا (۲)						
۴۹	۵۹	۱۸	۸.۵	۹.۰	۱۳.۶	۱۱.۳
۵۰	-	-	-	-	-	-
۵۱	۳۰۳	۷۲	۷.۲	۱۲.۵	۳.۵	۷.۷

توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)		توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد	
۱۹۸۸ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۷۱ء
۷۸۰۱۸۱	۹۰۶۰۹	-	-
۵۲	۷۲	-	-
۳۳۳۳۳	۱۳۰۳۰	۱	۱
۱۳۹۰	۷۷۳۳	۲۱	۱۴
-	-	-	-
۲۲۳۸۱	۲۷۰۳۹	-	-
۲۹۶۸۷۱	۵۰۹۷۳۵	۰	۰
۱۳۷۶۸	۸۵۹۹	۱۹	۱۷
-	-	-	-
۱۹۳۱۸	۱۰۲۸۹	۲۶	۱۸
-	-	-	-
۹۳۰۷۳	۹۳۸۰۹	۵	۳
-	-	-	-
-	-	-	-
۳۵۸۰	۱۱۱۲	۲۱	۳۱
-	-	-	-
۹۸۰۰۳	۹۲۱۸۶	۶	۲

توانائی کا استعمال (بہ شکل تیل)		سالانہ فی صد نمو				نمبر شمار الملک	
فی کس کلو گرام		توانائی کی کھپت		توانائی کی پیداوار			
۱۹۹۲ء	۱۹۷۱ء	۱۹۹۲-۹۳ء	۱۹۷۱-۸۰ء	۱۹۸۰-۹۳ء	۱۹۷۱-۸۰ء		
۱۳۳۵	۳۳۵	۹.۶	۸.۳	۱۲.۶	۱۹.۲	۵۲	ملائیشیا
-	-	-	-	-	-	۵۳	مالدیپ
یورپ							
-	-	-	-	-	-	۵۴	البانیا
-	-	-	-	-	-	۵۵	یوسنیا
-	-	-	-	-	-	۵۶	مقدونیا

توانائی کی کل پیداوار (تیل کی شکل میں میٹرک ٹن)		توانائی کی درآمد بیرونی تجارت کا فی صد	
۱۹۸۸ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۳ء	۱۹۷۱ء
۳۸۳۳۸	۱۳۶۰۵	۴	۱۱
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-
-	-	-	-

- ماخذ: ۱- ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء  
۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)

## جدول ۹- مرکزی حکومت کے اخراجات

کل خرچ کافی صد								نمبر شمار الملک
تعمیرات		صحت		تعلیم		دفاع		
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	
								افریقہ
-	-	-	-	-	-	-	-	۱ الجزائر
-	-	-	-	-	-	-	-	۲ بینن
-	۷۰۶	-	۵۰۸	-	۱۵۰۵	-	۱۷۰۰	۳ برکنیوفا سو
-	۸۰۰	-	۵۰۱	-	۱۲۰۳	-	۹۰۱	۴ کیسیرون
-	-	-	-	-	-	-	-	۵ چاڈ
-	-	-	-	-	-	-	-	۶ کوموروز
-	-	-	-	-	-	-	-	۷ جیبوتی
۰۰	۱۳۰۱	-	۲۰۳	-	۸۰۱	-	۱۱۰۳	۸ مصر
-	-	-	-	-	-	-	-	۹ اریٹریا
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۰ گابون
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۱ گینیا
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۲ گنی
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۳ گنی بساؤ
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۴ لیبیا
-	۳۰۰	-	۳۰۱	-	۱۵۰۷	-	۱۱۰۰	۱۵ مالی
-	-	-	-	-	-	-	-	۱۶ مارطانیہ



بیت بخت اخارہ		کل اخراجات		کل خرچ کافی صد			
قوی آمدنی کافی صد		(قوی آمدنی کافی صد)		دیگر		اقتصادی خدمات	
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	۰.۳	-	۱۳.۱	-	۳۳.۸	-	۱۹.۳
-۲.۲	۰.۵	۳۰.۳۱	۵.۵	-	۳۱.۴	-	۲۳.۰
-۷.۵	-	۳۲.۶۰	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-۱۲.۵	-	۵۳.۷	-	۵۷.۷	-	۷.۲
-	-	-	-	-	-	-	-
-۱.۸	۶.۸	۳۳.۵	۳۰.۵	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-۳.۹	-	۲۳.۱	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-۳.۷	-	۲۱.۶	-	۵.۶	-	۱۱.۲
-	-	-	-	-	-	-	-

کل خرچ کا فی صد								نمبر شمار الملک	
تعمیرات		صحت		تعلیم		دفاع			
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
۵۰۸	۶۰۵	۳۰۰	۳۰۳	۱۸۰۲	۱۷۰۳	۱۲۰۸	۱۷۰۹	مراکش	۱۷
-	۳۰۸	-	۳۰۱	-	۱۸۰۰	-	۳۰۸	ناجر	۱۸
-	-	-	-	-	-	-	-	ناجیریا	۱۹
-	۹۰۵	-	۳۰۷	-	۲۳۰۰	-	۱۶۰۸	سینی گال	۲۰
۳۰۱	۳۰۶	۹۰۶	۹۰۱	۱۳۰۳	۱۳۰۹	۹۰۹	۳۰۱	سیسرالیون	۲۱
-	-	-	-	-	-	-	-	صومالیہ	۲۲
-	۰۰۹	-	۱۰۳	-	۹۰۸	-	۱۳۰۲	سوڈان	۲۳
۱۸۰۶	۱۳۰۳	۶۰۶	۷۰۲	۱۷۰۵	۱۷۰۰	۵۰۳	۱۲۰۲	تیونس	۲۴
-	۳۰۲	-	۵۰۱	-	۱۳۰۲	-	۲۵۰۲	یوگنڈا	۲۵
								ایشیا (۱)	
-	-	-	-	-	-	-	-	افغانستان	۲۶
-	-	-	-	-	-	-	-	آذربائیجان	۲۷
-	-	-	-	-	-	-	-	بحرین	۲۸
-	-	-	-	-	-	-	-	قبرص	۲۹
۱۹۰۹	۸۰۶	۷۰۶	۶۰۳	۲۱۰۷	۲۱۰۳	۱۰۰۳	۱۵۰۹	ایران	۳۰
-	-	-	-	-	-	-	-	عراق	۳۱
۱۵۰۱	۱۳۰۵	۵۰۲	۳۰۷	۱۲۰۹	۷۰۶	۲۶۰۷	۲۵۰۳	اردن	۳۲

بٹ بچت اخزاره		كل اخراجات		كل خرچ كافي صد			
قوى آمدنى كافي صد		(قوى آمدنى كافي صد)		ديگر		اقتصادى خدمات	
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
-۲.۳	-۱۰.۰	۲۹.۸	۳۳.۲	۳۳.۹	۲۷.۱	۱۵.۲	۲۷.۸
-	-۳.۸	-	۱۸.۷	-	۳۸.۰	-	۳۲.۳
-	-	-	-	-	-	-	-
-	۰.۹	-	۲۳.۹	-	۳۱.۶	-	۱۳.۳
-۶.۲	-۱۳.۲	۱۹.۶	۲۹.۸	۳۵.۲	۶۸.۳	۲۹.۰	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-۳.۳	-	۱۹.۸	-	۵۳.۹	-	۱۹.۸
-۲.۶	-۲.۹	۳۲.۸	۳۲.۵	۲۹.۳	۲۲.۳	۲۲.۵	۲۷.۸
-	-۳.۱	-	۶.۱	-	۳۹.۵	-	۱۱.۱
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-۱.۳	-۱۳.۷	۱۹.۷	۳۵.۶	۱۸.۹	۲۳.۷	۲۱.۶	۲۳.۰
-	-	-	-	-	-	-	-
-۳.۱	-	۳۱.۷	-	۲۹.۵	۲۰.۶	۱۰.۷	۲۸.۳

کل خرچ کافی صد								نمبر شمار ملک	
تعمیرات		صحت		تعلیم		دفاع			
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
-	-	-	-	-	-	-	-	۳۳	قازقستان
-	-	-	-	-	-	-	-	۳۳	کرغیزیزہ
-	-	-	-	-	-	-	-	۳۵	کویت
-	-	-	-	-	-	-	-	۳۶	لبنان
۱۳۰۰	۲۰۰	۵۰۷	۲۰۹	۱۱۰۰	۳۰۸	۳۵۰۸	۵۱۰۲	۳۷	اومان
۳۰۳	۳۰۱	۱۰۰	۱۰۵	۱۰۶	۲۰۷۲۷۷۹	۳۰۰۶		۳۸	پاکستان
-	-	-	-	-	-	-	-	۳۹	فلسطین
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۰	قطر
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۱	سعودی عرب
۳۰۰	۱۱۰۳	۱۰۹	۰۰۳	۸۰۶	۵۰۵	۳۲۰۳	۳۵۰۸	۴۲	شام
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۳	تاجکستان
۳۰۹	۶۰۱	۳۰۵	۳۰۶	۳۰۰۰	۱۳۰۲	۱۱۰۳	۱۵۰۲	۴۴	ترکی
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۵	ترکمنستان
-	۳۰۹	-	۷۰۹	-	۱۱۰۷	-	۳۷۰۵	۴۶	عرب امارات
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۷	ازبکستان
-	-	-	-	-	-	-	-	۴۸	یمن
								ایشیا (۲)	
-	۵۰۳	-	۶۰۳	-	۱۱۰۵	-	۹۰۳	۴۹	بنگلہ دیش

بٹ بجٹ اخزاره		كل اخراجات		كل خرچ كافي صد			
قوى آمدنى كافي صد		(قوى آمدنى كافي صد)		ديكر		اقتصادى خدمات	
١٩٩٢ء	١٩٨٠ء	١٩٩٢ء	١٩٨٠ء	١٩٩٢ء	١٩٨٠ء	١٩٩٢ء	١٩٨٠ء
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-١٣.٤	٠.٥	٣٤.٩	٣٣.١	٢٣.٣	٢٠.٨	١١.١	١٨.٣
-٦.٢	-٥.٨	٢١.٤	١٤.٤	٥٣.٦	٢٣.٩	١١.٦	٣٤.٢
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
١.٥	-٩.٤	٢٤.١	٣٨.١	١٥.٠	٥.٣	٢٨.٢	٣١.١
-	-	-	-	-	-	-	-
-٦.٢	-٣.٨	٢٩.٣	٢٦.٣	٣١.٨	٢٦.٩	١٩.٥	٣٣.٠
-	-	-	-	-	-	-	-
-	٢.٠	-	١١.٦	-	-	-	٦.١
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	٢.٥	-	١٠	-	٢.٣	-	٣٦.٩

کل خرچ کافی صد								نمبر شمار الملک	
تعمیرات		صحت		تعلیم		دفاع			
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء		
-	-	-	-	-	-	-	-	برونائی	۵۰
۲۰۰	۱۰۸	۲۰۸	۲۰۵	۹۰۸	۸۰۳	۶۰۸	۱۳۰۵	انڈونیشیا	۵۱
۱۱۰۶	۷۰۰	۵۰۹	۵۰۱	۱۹۰۶	۱۸۰۳	۱۰۰۹	۱۳۰۸	ٹاکیا	۵۲
-	-	-	-	-	-	-	-	مالدیپ	۵۳
								یورپ	
-	-	-	-	-	-	-	-	البانیہ	۵۳
-	-	-	-	-	-	-	-	بوسنیا	۵۵
-	-	-	-	-	-	-	-	مقدونیزہ	۵۶

بجٹ بچت اخزاره		كل اخراجات		كل خرچ كافي صد			
قوى آمدنى كافي صد		(قوى آمدنى كافي صد)		ديگر		اقتصادى خدمات	
۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء	۱۹۹۲ء	۱۹۸۰ء
-	-	-	-	-	-	-	-
۰.۵	-۲.۳	۱۹.۲	۲۳.۱	۳۹.۱	۳۳.۷	۲۹.۶	۳۰.۲
۰.۳	-۶.۲	۲۹.۳	۲۹.۶	۳۲.۷	۲۳.۷	۱۹.۳	۳۰.۶
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-

ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

## جدول ۱۰ - تعلیم

نمبر شمار الملک		پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کافی حد - ۱۹۹۱ء)			
		ثانوی		پرائمری	
		زنانہ	کل	زنانہ	کل
۱	الجزائر	۵۳	۶۰	۸۸	۹۵
۲	بینن	۷	۱۲	۳۹	۶۲
۳	برکینا فاسو	۵	۸	۲۳	۳۰
۴	کیسرون	۲۳	۲۸	۹۳	۱۰۱
۵	چاڈ	۳	۷	۳۱	۶۵
۶	کوموروز	-	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-	-
۸	مصر	۷۳	۸۰	۹۳	۱۰۱
۹	اریٹریا	-	-	-	-
۱۰	گابون	۱۵	۱۸	۸۱	۸۵
۱۱	گیمبیا	-	-	-	-
۱۲	گنی	۵	۱۰	۲۳	۳۷
۱۳	گنی بساؤ	۱۶	۱۸	۲۳	۳۹
۱۴	لیبیا	-	-	-	-
۱۵	مالی	۵	۷	۱۹	۲۵
۱۶	ماریطانیہ	۱۰	۱۳	۳۸	۵۵
۱۷	مراکش	۲۹	۲۸	۵۳	۶۶
۱۸	نائیجر	۳	۶	۲۱	۲۹

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

۱۳۲



شرح ناخواندگی (فی صد)	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کافی صد)	پرائمری سطح پر شاگردوں استاد نسبت
۴۳	-	۲۸
۷۷	-	۳۵
۸۲	۱۵۰۵	۵۸
۴۶	۱۳۰۳	۵۱
۷۰	-	۶۳
-	-	-
-	-	-
۵۲	۸۰۱	۲۳
-	-	-
۳۹	-	۲۳
-	-	-
۷۶	-	۴۹
۶۳	-	۳۵
-	-	-
۶۸	۱۵۰۷	۴۷
۶۶	-	۴۷
-	۱۸۰۲	۴۷
۷۴	۱۸۰۰	۴۲

پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کافی صد - ۱۹۹۱ء)					نمبر شمار الملک	
جامعات اکلج	ثانوی		پرائمری			
	زنانه	کل	زنانه	کل		
۳	۱۷	۳۰	۶۲	۷۱	۱۹	نا بھیریا
۳	۱۱	۱۶	۳۰	۵۹	۲۰	سینی گال
۱	۱۲	۱۰	۳۹	۳۸	۲۱	سیئرالیون
-	۱۲	۱۳	۱۵	۱۱	۲۲	صومالیہ
۳	۲۰	۲۲	۳۳	۵۰	۲۳	سوڈان
۹	۳۲	۳۶	۱۱۰	۱۱۷	۲۴	تیونس
۱	۳۵	۱۳	۶۳	۷۱	۲۵	یوگنڈا
ایشیا (۱)						
-	-	۲۶۲	-	۲۹۶	۲۶	افغانستان
-	-	-	-	-	۲۷	آذربائیجان
-	-	۲۸۶	-	۳۱۱	۲۸	بھارت
-	-	-	-	-	۲۹	قبرص
۲۱	۳۹	۵۷	۱۰۵	۱۱۲	۳۰	ایران
-	-	-	-	-	۳۱	عراق
۲۵	۶۲	۹۱	۹۸	۹۷	۳۲	اردن
-	-	-	-	-	۳۳	قازقستان
-	-	-	-	-	۳۴	کرغیزستان
-	-	-	-	-	۳۵	کویت
-	-	-	-	-	۳۶	لبنان

شرح ناخواندگی (فی صد)	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	پرائمری سطح پر شاگردوں استاد نسبت
۳۹	-	۳۹
۶۲	۲۳.۰۰	۵۸
۷۹	۱۳.۲۳	۳۳
۷۶	-	۳۳
۷۳	۹.۸	۳۳
۳۵	-	۲۶
۵۲	۱۷.۵	۳۳
۷۶	۱۳.۹	۲۸
-	-	-
-	-	۲۰۰
-	-	-
۳۶	۲۱.۷	۳۱
-	-	-
۲۰	۱۲.۹	۲۳
-	-	-
-	-	-
-	-	-
-	-	-

ترقیاتی پالیسی کی اسلامی تشکیل

۱۳۵ - جاری -

نمبر شمار الملک					پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عہدوں کی آبادی کافی حد - ۱۹۹۱ء)				
		ثانوی			پرائمری				
		زنانہ	کل	زنانہ	کل	زنانہ	کل		
۶	۵۳	۵۷	۹۶	۱۰۰	۳۷	۱۰۰	۳۷	۳۷	۳۷
۳	۱۳	۲۱	۳۱	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۳	۳۱	۳۶	۷۲	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۱۹	۲۳	۵۰	۱۰۳	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۵	۳۰	۵۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۱	۷۳	۶۹	۱۱۳	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
-	-	۳۱	۳۷	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
					ایشیا (۲)				
۳	۱۲	۱۹	۷۱	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-
۱۰	۳۱	۳۵	۱۱۳	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶
۷	۵۹	۵۸	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳	۹۳
-	-	-	-	-	-	-	-	-	-

شرح ناخواندگی (فی صد)	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کافی صد)	پرائمری سطح پر شاگردا استاد نسبت
-	۱۱۰۰	۲۷
۶۵	۱۰۶	۴۱
-	-	-
-	-	-
۳۸	-	۱۶
۳۶	۸۰۲	۲۵
-	-	-
۱۹	۲۰۰	۲۹
-	-	-
۵ (سے کم)	۱۱۰۷	۱۸
-	-	-
۶۲	-	۳۷
۵۲	۱۱۰۵	۲۳
-	-	-
۲۳	۹۰۸	۲۳
۲۲	۱۹۰۶	۲۰
-	-	-

پرائمری، ثانوی اور جامعات میں داخلہ (متعلقہ عمروں کی آبادی کافی حد - ۱۹۹۱ء)					نمبر شمار الملک	
جامعات اکلج	ثانوی		پرائمری		یورپ	
	زنانہ	کل	زنانہ	کل		
۷	۷۳	۷۹	۱۰۱	۱۰۱	۵۳	البانیہ
-	-	-	-	-	۵۵	بوسنیا
-	-	-	-	-	۵۶	مقدونیہ

شرح ناخواندگی (فی صد)	تعلیم پر خرچ (کل حکومتی خرچ کا فی صد)	پرائمری سطح پر شاگردوں استاد نسبت
-	-	۱۹
-	-	-
-	-	-

- ۱- کوائف برائے ۱۹۷۰ء  
 ۲- کوائف برائے ۱۹۸۸ء  
 ۳- کوائف برائے ۱۹۸۵ء  
 ۱- ماخذ: ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء (ورلڈ بینک)  
 ۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی)

## جدول ۱۱ - صحت عامہ اور شرح اموات

نمبر شمار الملک	آبادی (۱۹۹۰ء)		پانچ سال سے کم عمر خورا کے شمار پے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)	اطفال کی شرح اموات فی ہزار
	فی فیض	فی زس		
افریقہ				
۱	الجزائر	۲۳۳۰	۲۳۰	۵۵
۲	بینن	۲۸۵۷۰	۲۶۰	۱۱۰
۳	برکینو فاسو	۵۷۳۱۰	۱۶۸۰	۱۳۲
۴	کیسرون	۱۳۱۹۰	۱۶۹۰	۶۱
۵	چاڈ	۳۰۰۳۰	۸۰۱۰	۱۲۲
۶	کوموروز	-	-	-
۷	جیبوتی	-	-	-
۸	مصر	۱۳۲۰	۳۹۰	۵۷
۹	ارٹریا	-	-	-
۱۰	گابون	۵۲۵۰	۵۷۰	۹۳
۱۱	گیبیا	-	-	-
۱۲	گنی	۵۰۰۱۰	۳۷۲۰	۱۳۳
۱۳	گنی بساؤ	۱۷۵۰۰	۲۸۲۰	۱۳۰
۱۴	لیبیا	-	-	-
۱۵	مالی	۱۹۳۵۰	۱۸۹۰	۱۳۰
۱۶	ماریطانیہ	۲۷۹۶۰	۳۷۲۰	۱۱۷



کل شرح (فی ہزار آبادی)		اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل) (اخراجات کافی صد)	پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۳ء)
اموات	پیدائش			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء			
۶	۳۰	-	-	۸۰
۱۵	۳۳	۳۰۰	-	۱۹۳
۱۲	۳۸	۸۱۰	۲۵۰.۸	۲۰۵
۱۲	۳۲	-	۲۵۰.۱	۱۲۳
۱۸	۳۳	-	-	۲۱۶
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-
۹	۲۸	-	۲۲.۳	۹۳
-	-	-	-	-
۱۵	۳۳	-	-	۱۶۲
۲۹.۰	-	-	-	-
۲۰	۳۸	۱۲۳۷	-	۲۳۷
۲۵	۳۶	-	-	۲۳۸
-	-	-	-	-
۱۸	۵۰	۲۳۲۵	۳۰.۱	۲۱۲
۱۸	۵۰	۸۰۰	-	۲۰۷

نمبر شمار انگ	آبادی (۱۹۹۰ء)		پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شمارچے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)		
	فی فرسٹ	فی زس			
۱۷	مراکش	۳۸۳۰	۱۰۵۰	۵۷	۱۱۰۸
۱۸	نابرج	۳۳۸۵۰	۶۵۰	۱۲۳	-
۱۹	نائیجیریا	۱۹۸۳۰	۳۲۳۰	۸۳	۳۵۰۷
۲۰	سینی گال	۱۷۶۵۰	۱۶۷۰	۶۸	-
۲۱	سیرالیون	۱۷۸۳۰	۲۷۰۰	۱۳۳	-
۲۲	صومالیہ	۳۲۶۶۰	-	۱۳۲	-
۲۳	سوڈان	۱۳۵۲۰	۹۹۰	۹۹	-
۲۴	تیونس	۱۸۷۰	۳۰۰	۳۸	۷۰۸
۲۵	یوگنڈا	۹۲۱۰	-	۱۲۲	۲۳۰۲
ایشیا (۱)					
۲۶	افغانستان	-	-	-	-
۲۷	آذربائیجان	۲۵۰	-	۳۲	-
۲۸	بھارت	۳۶۳	-	-	-
۲۹	قبرص	-	-	-	-
۳۰	ایران	۳۱۳۰	۱۱۵۰	۶۵	-
۳۱	عراق	۷۳۲۳	-	۷۸	-
۳۲	اردن	۷۷۰	۵۰۰	۲۸	۶۰۳

کل شرح (فی ہزار آبادی)		اموات دوران زبجی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل) اخراجات کافی صد)	پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۲ء)
اموات	پیدائش			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء	-	۳.۰۰	۸۳
۸	۲۸	-	۳.۰۱	۲۱۸
۱۹	۵۲	-	-	۱۹۲
۱۳	۳۳	۸۰۰	-	۱۱۳
۱۵	۴۱	-	۳.۰۷	۲۵۳
۲۲	۴۸	-	-۲.۶	۲۰۵
۱۷	۳۸	-	-	۱۷۱
۱۳	۳۲	-	۱.۳	۶۳
۷	۳۰	۱۲۷	۶.۶	۲۱۶
۲۲	۵۳	۵۵۰	۵.۱	-
-	-	-	-	-
۶	۲۵	۲۹	-	۳۳
-	-	۷.۶	-	-
۶.۳	-	-	-	-
۷	۳۷	۱۲۰	۷.۶	۸۸
۱۲.۹	۳۳.۹	-	-	-
۵	۳۸	-	۵.۲	۴۱

نمبر شمارہ نمک	آبادی (۱۹۹۰ء)		پانچ سال سے کم قلت خوراک کے شمارے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
	فی فریضہ	فی ترس	
۳۳	۲۵۰	-	۳۱
۳۴	-	-	-
۳۵	۲۳۳۱	-	۲۷.۷
۳۶	-	-	-
۳۷	۱۰۶۰	۳۰۰	۲۰
۳۸	۲۹۳۰	۵۰۳۰	۹۵
۳۹	-	-	-
۴۰	-	-	-
۴۱	۷۰۰	۳۵۰	۲۸
۴۲	۱۱۶۰	۸۷۰	۳۶
۴۳	۳۵۰	-	۳۹
۴۴	۱۲۶۰	۱۰۱۰	۵۳
۴۵	۲۹۰	-	۵۳
۴۶	۱۰۳۰	۵۵۰	۸۷
۴۷	۲۹۰	-	۳۲
۴۸	۳۳۷۹۰	-	۱۰۶

کل شرح (فی ہزار آبادی)		اموات دوران زندگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل اخراجات کافی صد)	پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۸۷-۹۲ء)
اموات	پیدائش			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء			
۸	۲۱	۵۳	-	۳۳
-	-	-	-	-
۵.۱	۳۷.۳	-	۳.۶	-
-	-	-	-	-
۵	۳۳	-	۵.۷	۲۸
۱۰	۳۰	۲۷۰	۱.۰	۱۳۲
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-
۵	۳۵	-	-	۳۸
۲	۳۲	۱۳۳	۱.۹	۵۰
۲	۳۶	۳۹	-	۷۰
۷	۲۸	۱۳۶	۳.۵	۷۲
۷	۳۲	۵۵	-	۷۸
۳	۲۲	-	۷.۹	۲۷
۶	۳۲	۳۳	-	۵۹
۱۷	۳۷	۳۳۰	-	۱۲۲

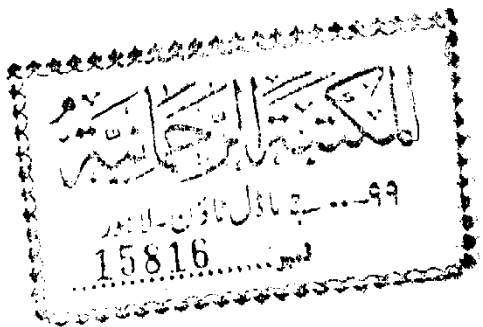
نمبر شمارہ ملک	آبادی (۱۹۹۰ء)		اطفال کی شرح اموات فی ہزار	پانچ سال سے کم عمر خوراک کے شمارے (فی صد تعداد) (۱۹۹۲ء)
	فی خلیفہ	فی نرس		
ایشیا (۲)				
۳۹	بھارت	۸۳۵۰	۶۵	۹۱
۵۰	برونائی	-	-	-
۵۱	انڈونیشیا	۷۰۳۰	۳۸۱۰	۶۶
۵۲	ملائیشیا	۲۵۹۰	۳۸۰	۱۳
۵۳	مالدپ	-	-	-
یورپ				
۵۴	البانیا	۱۰۷۰	۲۳۰	۳۲
۵۵	بوسنیا	-	-	-
۵۶	مقدونیا	-	-	-

کل شرح (فی ہزار آبادی)		اموات دوران زچگی (فی لاکھ زندہ پیدائش کے حساب سے) (۱۹۸۸ء)	صحت عامہ کے اخراجات (کل) اخراجات کا فی صد	پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات (فی ہزار) (۱۹۷۲-۱۹۸۷ء)
اموات	پیدائش			
۱۹۹۲ء	۱۹۹۲ء			
۱۱	۳۱	۶۰۰	۲۶.۳	۱۳۷
۲۳.۰	۳۱.۲	-	-	-
۱۰	۲۵	۳۵۰	۲.۸	-
۵	۲۸	۲۶	۵.۹	۲۰
۲۱۱.۷	۲۳۶.۷	-	-	-
۶	۲۳	-	-	۳۲
-	-	-	-	-
-	-	-	-	-

ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ - ۱۹۹۳ء

ماخذ:

- ۱- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۷۰ء کے کوائف)
- ۲- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۸۰ء کے کوائف)
- ۳- او آئی سی ممالک کا شماریاتی کتابچہ - ۱۹۹۱ء (ترکی) - (۱۹۸۸ء کے کوائف)





حالم اسلام کو (بشمول پاکستان) معاشی، معاشرتی، سیاسی و نظریاتی، قومی و ملی جتنیجے اہم چیلنجوں کا سامنا ہے یا تصدوہ است مسلمہ کے نظریاتی شخص کی بحالی اور موجودہ ناکام سیاسی و استقامی ڈھانچوں کے تبادلہ نظام کی تشکیل اور قیام۔۔۔ ان چیلنجوں کا متبادل اسلامی نظریاتی دائرہ میں رہتے ہوئے سبیدہ سونگ و پھار، تحقیق اور جدید سائنسی طرز فکر اپنا کر تخلیقی عمل کے ذریعے ہی کیا جاسکتا ہے۔

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد عالم اسلام کو درپیش اسی چیلنج کا موثر مقابلہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ انسٹی ٹیوٹ ایک آزاد علمی و تحقیقی ادارہ ہے جس کا مقصد مختلف شعبہ ہائے زندگی کے پالیسی مسائل سے متعلق محققین و ماہرین کے مابین بحث و مباحثہ، مکالمہ اور بے لگ تجزیہ و تحقیق کا اہتمام کرنا ہے تاکہ مملکت کے پالیسی ساز ادارے تحقیق و تجزیہ کے بعد پیش کردہ متبادل تجاویز کی روشنی میں بہتر فیصلے کر سکیں۔ آئی پی ایس کے دائرہ کار میں بین الاقوامی امور، مطالعہ پاکستان، است مسلمہ کے سیاسی، قلمی، معاشی اور سائنس و ٹیکنالوجی سے متعلق مسائل شامل ہیں۔

اسلامی معیشت کے حوالے سے انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے شائع کی جانے والی مطبوعات میں سے چند اہم حسب ذیل ہیں۔

- Elimination of Riba from the Economy, *Khurshid Ahmad*
- Economic Teachings of Prophet Muhammad (SAW), *Muhammad Akram Khan*
- Islamic Economics: Annotated Sources in English and Urdu *Muhammad Akram Khan, (Two Volume)*
- Money and Banking in Islam, (Vol-I)
- Fiscal Policy and Resource Allocation in Islam, (Vol-II), *Eds Dr Ziauddin Ahmed, Dr M. Fahim Khan, Dr Munawar Iqbal*
- Islamic Banking: Conceptual Framework & Practical Operations, *Abdul Rahim Hamdi*
- Islamic Approach to Development (Some Policy Implications), *Prof Khurshid Ahmad*

• حرمت ربا اور غیر سودی مالیاتی نظام، ڈاکٹر محمود احمد نازی

• ربا اور بینک کا سود، ڈاکٹر یوسف قرمانی

• اسلامی بنکاری: نظریاتی بنیادیں اور عملی تجربات، پروفیسر اوصاف احمد

• جدید اقتصادی مسائل شریعت کی نظر میں، ڈاکٹر یونس عیسیٰ، ڈاکٹر احمد محمد الدینی

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد

5940041  
Book Traders

60